اُردو رسالہ

جت غت
فضا و بلا

مصنّفہ و مؤلفہ

افصح الفصحاء ابلغ البلغاء ادیبِ زماں فاضلِ دوراں فارسِ مضمارِ سخندانی جناب مولانا
حکیم عبد الحمید تحسین بدایونی

بایمار
صاحبِ ذہن ثاقب و رائے صائب محمود باحسن المحامد جناب مولوی عبد الماجد صاحب
بی۔ اے علیگ

وباعانت رئیس والاہم کیوانِ خدم عالیجاہ فلکِ بارگاہِ مقبول صمد جناب صاحبزادہ
سیّد محمد صاحب رئیس شیخوپور و آنریری مجسٹریٹ ضلع بدایوں دام اقبالہ و دولتہ
وباہتمام منشی محمد آغا جان لکھنوی پرنٹر

وکٹوریا پریس بدایوں میں چھپا

سنہ ۱۹۱۳ء
(مکتبہ فیض الحسن سہارنپوری)

راول ۵۰۰ جلد

قیمت فی جلد ۸ر

تاریخی نام

اشعار اللسان

در

علم معانی و بیان

۱۳۲۹ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین
و آلہ الطیبین و اصحابہ الطاہرین

مؤلف کتاب ہذا محمد عبد الحمید تحسین بدایونی ابن شیخ محمد بشیر الدین صدیقی الحنفی ایک مدت سے اس خیال میں تھا کہ ایک رسالہ اردو زبان کے متعلق علم فصاحت و بلاغت میں تالیف کرے، کیونکہ اس زمانہ میں عام طور پر شاعری کا چرچا ہے اور بالعموم لوگ علم سے جو خالی ہیں اُس کے محاسن اور عیوب کو نہیں جانتے اور اپنی خود نمائی اور خود بینی سے بقیہ سلف پر زبان طعن اور تشنیع کی دراز کرتے ہیں علاوہ اس کے مدارس سرکاری میں بھی جو کورس اردو زبان کے دیئے گئے ہیں اور ان میں کلام اساتذہ کے بھرے ہوئے ہیں اُن کے حسن اور نکات پر مطلع نہ ہونے کی وجہ سے کامیابی سے محروم رہتے ہیں مگر ہزار شکر اُس کارساز بے نیاز کا کہ باوجود افکار و تردد ات کے اُس نے بمصداق کُلُّ اَمْرٍ مَرْهُوْنٌ بِاَوْقَاتِهَا اُس خیال کے وقت کو موجود کر دیا کہ میں نے اُن لآلی بے بہا کو قلزم صدر سے نکال کر کشتی قرطاس پر چنا اور حسب ایما ہاتفِ غیب اُس کا نام مستلزم اعداد سال ہے

اشعار اللسان در علم معانی و بیان

۱۳ ھ ۲۸

رکھا الحمد للہ علی ذالک امید ناظرین والاتمکین و مستفیدان سعادت آیئن سے یہ ہے کہ مولف خیر طلب سراپا ادب کو دعاء خیر سے یاد و شاد فرمایئں وھو حسبی و نعم الوکیل وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و آلہ الی یوم التعدیل -

مقدمہ

فصاحت کی تعریف

فصاحت کے معنے لغت میں کھلی ہوئی بات اور تیز زبانی اور خوشگوئی کے ہیں - اور وہ کلام کرنے والے میں ایک ملکہ ہے جسکی وجہ سے اپنے مقصود کو پاکیزہ الفاظ میں بیان کرتا ہے کہ جن کی ترکیب میں کراہت اور گرانی نہیں ہوتی - پس جس طرح کہ فصاحت کے ساتھ کلام کرنے والا موصوف ہوتا ہے اُسی طرح الفاظ اور اُن سے مرکب جملے بھی موصوف ہوتے ہیں لہذا ہر ایک کی تعریف بیان کی جاتی ہے -

فصاحت کے لفظ کی علماء ادب نے یہ تعریف بیان کی ہے کہ اُس میں تنافر نہو،، اور غیر مانوس نہو ،، اور لغت کے خلاف نہو -

تنافر کے معنے بھاگنے کے ہیں اور اصطلاح میں وہ لفظ ہے کہ جسمیں سختی ہو اور بولنے میں مذاق صحیح کو مکروہ معلوم ہو جیسے لونڈا کہ دہاتین اُسکو لونڑا بولتے ہیں جو ہم معنے عضو تناسل کا ہے -

غیر مانوس اُس لفظ کو کہتے ہیں کہ جس کے معنے ظاہر نہوں اور

استعمال میں نہو جیسے پائل بمعنے خلخال کہ غیر مستعمل ہے۔

لغت کے خلاف نہو" اس کے یہ معنے ہیں کہ اہل لغت نے جس طرح اُس کو مانا ہے اُس کے خلاف نہ لایا جائے جیسے داوات کہ صحیح لفظ دوات ہی بغیر الف اول کے اگر داوات لایا جاویگا تو خلاف لغت ہوگا۔

بقول مولانا شبلی نعمانی۔ جب فصاحت کے یہ معنے ہیں کہ لفظ سادہ آسان کثیر الاستعمال ہو اس لیئے لوگ مبتذل (پست) سوقی (بازاری) الفاظ کو بھی فصیح سمجھ لیتے ہیں، حالانکہ دونوں میں سفید اور سیاہ کا فرق ہی صاف اور بیّن مثال اس کی نظیر اکبر آبادی کا کلام ہے اگر ابتذال سے خالی ہوتا تو صفائی اور سادگی میں اپنا مثل خود تھا۔

ابتذال کے معنے عام طور پر یہ سمجھے جاتے ہیں کہ جو الفاظ عام طور پر استعمال کرتے ہیں وہ سب مبتذل ہیں، نہیں سیکڑوں الفاظ عام کے مخصوص ہیں لیکن سب میں ابتذال نہیں پایا جاتا۔ ابتذال کا معیار مذاق صحیح ہے وہ خود بتا دیتا ہے کہ لفظ پست اور بازاری ہی۔

مذاق صحیح اُن کا ہوتا ہے جن کو لغت کی تحقیق ہو" علم مجلسی برتا ہو" علم ادب پر عبور رکھتے ہوں" دواوین اور مثنویات وغیرہم اصناف کلام پر نظر حاوی ہو" بلاد و امصار کی بول چال اور محاورات پر غور کیا ہو" الحمد للہ کہ ان تمام امور کے جامع مؤلف کے استاذ امجد الافاضل مولانا علی امجد حسین امجد بدایونی ہیں کہ ہر زبان میں جن کا کلام موجود ہی۔

فصاحت کلام کی یہ تعریف ہے کہ ترکیب اُس کی ضعیف نہو" اور ترکیب میں تنافر نہو" اور تعقید سے خالی ہو" اور بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ ایک جملہ یا مصرعہ یا بیت میں تکرار الفاظ نہو۔

ترکیب ضعیف وہ ہے کہ قانون نحو کے اور روزمرہ کے خلاف ہو۔ جیسے زید نے مارا عمرو کو کہ فعل کو درمیان فاعل اور مفعول کے کردیا حالانکہ بموجب قاعدہ نحوی فعل کا آخر میں لانا چاہیے۔ یعنی زید نے عمرو کو مارا"، یا تراشیدہ کی بجائے متراش استعمال کردیا، اسی کو ضعف تالیف کہتے ہیں اور یہ مخل فصاحت ہے۔

تنافر ترکیب یہ ہے کہ الفاظ تو فصیح ہوں لیکن ترکیب یوں واقع ہوئی ہے کہ زبان پر ثقل پیدا کرتی ہے یعنی اگر ایک سانس میں جلد جلد تین بار اُس کا اعادہ کیا جاوے تو کما ینبغی ادا نہو سکے اور زبان لکنت قبول کرے جیسے ع قرب قبر قمر اگر ہوتا۔ یا ایک قسم کے دو حرف اس طور پر جمع ہوجائیں کہ دو لفظوں میں جو حرف اول لفظ کے آخر میں ہو وہی حرف دوسرے لفظ کے اول میں ہو جیسے جمع علم، صدق قول، تیغ غدار، کرعلم، قفول، غغدّار ہوتا ہے یہ مکروہ ہے۔

پھر باعتبار استعمال شعرا رحال کے تنافر کی دو قسمیں اور پیدا ہوتی ہیں **ثقیلہ** اور **خفیفہ**۔

ثقیلہ وہ ہے کہ جس میں حروف متحرکہ کا اجتماع ہو جیسا کہ اوپر گذرا یہ بالکل مکروہ بلکہ ممنوع ہے لیکن کسی صنعت کی وجہ سے اگر ہو تو مضائقہ نہیں جیسے امیر مینائی پیار پر اُن کو غصہ آتا ہے + مجکو غصہ پہ پیار آتا ہے۔ کہ اس میں لفظ پہ پیار میں تنافر پیدا ہے مگر چونکہ صنعت قلب اس میں ظاہر ہوتی ہے لہذا یہ تنافر جائز ہے۔

خفیفہ وہ ہے کہ جس میں اول حرف ساکن اور دوسرا متحرک ہو جیسے بات تیری۔ اور ملاقات تیری۔ یہ مثل حرف مشدد کی شمار میں ہے اور

اس کو بہت استعمال میں لاتے ہیں جیسے امانت لکھنوی میں نہ مانوں گا نہ مانوں گا
کبھی بات تیری + کام کس روز یہ آوے گی ملاقات تیری - اور حضرت
نازؔ بدایونی جس دل میں مجری ئ شہ بیکس کا غم نہیں + وہ دل خدا گواہ ہی
پتھر سے کم نہیں - تنا فر ردیف اور قافیہ کا بالعموم جائز ہے خواہ ثقیلہ ہو یا خفیفہ
جیسا کہ شعر امانت لکھنوی سے ظاہر ہے اور نیز مصرعہ ہذا سے ؎
ہی ابتو آسمان کے اوپر دماغ عیز -

تعقید یہ ہے کہ الفاظ کو رعایت وزن کے سبب سے مقدم اور
مؤخر کردیں اُس کی دو قسمیں ہیں **لفظی** اور **معنوی** -

لفظی یہ ہے کہ جو معنی مقصود پر دلالت ظاہر نہ کرنے دے مگر بتامل
و غور جیسے شعر
ہو گئے آگے تیرے رخ کے جو ٹھہرے بادل + عکس سے حسن طلائی کے سنہرے بادل
کہ اس شعر میں بوجہ تقدیم و تاخیر الفاظ کے ذہن فوراً معنی مقصود کی طرف
انتقال نہیں کرتا -

معنوی وہ ہے کہ معنی مقصود پر بسبب ذکر لوازم بعیدہ یا انتفار
(انکار) قرائن کے عدم انتقال ذہن کی وجہ سے دلالت ظاہری نہ کرنے
دے جیسے لمولفہ باتیں جواب بناتے ہو دل میرا توڑ کر + دشوار گڑھ سے
اے ستم ایجاد راب ہی - راب کے معنے شکستہ کا جوڑنا اور نیشکر
کا مقوّم رس - لیکن اس شعر میں اول معنے مراد ہیں کہ بسبب دوسرے معنے
کے ذہن جن کی طرف منتقل نہیں ہوتا -

یہ دونوں قسمیں تعقید کی فصاحت اور بلاغت کے عیب میں داخل
ہیں لیکن بعض نے معنوی کو حسن میں شمار کیا ہے جیسا کہ فن ثالث میں

واضح ہوگا۔

بلاغت کی تعریف

بلاغت کی یہ تعریف ہے کہ باوجود فصیح ہونے کے کلام مقتضائے حال کے مطابق ہو اور وہ دو قسم پر ہے اعلیٰ اور ادنیٰ۔

اعلیٰ وہ ہے کہ طاقت بشری سے باہر ہو اور حد اعجاز کو پہنچی ہو جیسے کلام اللہ تعالیٰ کی بلاغت کہ بڑے بڑے بلغاء عرب جس کے مقابلہ سے عاجز ہو گئے اور باوجود اعلان فاتوبسورۃ من مثلہ کے ایک سورہ کوثر کے مقابلہ میں نہ لا سکے جو صرف تین آیت کی ہے۔

ادنیٰ وہ ہے کہ اگر اس سے کلام گر جائے تو مثل آواز حیوانات کے ہو جائے اور یہ تین علوم میں منحصر ہے جن کی قواعد کی رعایت سے کلام خراب نہیں ہونے پاتا اول معانی دوم بیان سوم بدیع معانی اور بیان علم بلاغت ہے اور بدیع علم اس کے توابع کا ہے۔

فن اول علم معانی کے بیان میں

معانی وہ علم ہے جس سے مقتضائے حال کے مطابق ہونے کے احوال پہچانے جاتے ہیں اب سمجھنا چاہیے کہ مقتضائے حال کیا چیز ہے۔ پس خیال کرو کہ ایک مخاطب سے تم نے کوئی خطاب کیا اور اس نے تمھارے خطاب سے انکار کیا تو اس کا انکار حال ہے۔ اب یہ انکار جو مقتضی تاکید کا ہے یہ تاکید اس کا مقتضا ہے۔ پس اس کے احوال کی معرفت کے لیے آٹھ چیزوں کے احوال کی معرفت ضروری ہے جو آٹھ باب میں

بیان کی جاتی ہے اول باب اسناد خبری کے احوال میں۔
دوسرا باب مسند الیہ کے احوال میں تیسرا باب مسند کے احوال میں
چوتھا باب متعلقات فعل کے احوال میں پانچواں باب قصر کے
احوال میں چھٹا باب انشا کے احوال میں ساتواں باب فصل اور وصل کے احوال میں۔
آٹھواں باب ،،اختصار،،طوالت،،مساوات کے احوال میں۔

باب اول اسناد خبری کے احوال میں

اس میں شک نہیں کہ خبر دینے والے کا قصد خبر دینے سے یا مخاطب کو حکم کا فائدہ دینا ہے یا وہ اگر اس خبر کا عالم ہے تو اس حکم کا اس کو جتانا منظور ہوتا ہے۔ اول کو فائدہ خبر اور دوسرے کو فائدہ خبر کا لازم کہتے ہیں۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مخاطب کو باوجودیکہ وہ فائدہ خبر اور اس کے لازم کا عالم ہوتا ہے جاہل کا قائم مقام کر کر حکم کا فائدہ پہنچاتے ہیں۔ مثلاً ایک عالم فقیہ نماز پڑھنا چھوڑ دے اور اس سے کہیں کہ حضرت نماز واجب ہے تو وہ نماز کے وجوب کو جانتا ہے لیکن بوجہ ترک کر دینے کے اس کو قائم مقام جاہل کا کر لیا اور حکم کا فائدہ پہنچا دیا۔ پس ان سب صورتوں میں بلیغ کو چاہیے کہ بقدر حاجت کلام کے ترکیب میں اختصار کرے تاکہ کلام لغو نہ ہو۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ اگر مخاطب نسبت کے وقوع یا لاوقوع کو نہ جانتا ہو یا اس میں اس کو تردد نہ ہو تو اس صورت میں موکدات کی ضرورت نہیں ہے مثلاً ایک شخص زید کے آنے کو نہیں جانتا یا اس کے آنے میں اس کو کچھ تردد نہیں ہے تو اس سے صرف یہ کہنا کہ (زید آیا) کافی ہوگا۔ اور اگر اس کو تردد ہو تو حکم کو حرف تاکید سے یا اس کے جو مشابہ ہو قوی کرنا مستحسن ہوگا

یا کوئی کسی سے پوچھے کہ تم کہاں گئے تھے اور اُس کے جواب میں مجیب کہے کہ گھر تو یہاں بھی قرینہ موجود ہے جو سوال سے ظاہر ہوتا ہے۔

تذنیب واضح ہو کہ اُردو میں فعل متکلم کی علامت اور فعل میں ہمیشہ فصل ہوتا ہے جیسے میں بازار گیا تھا"، یا میں روٹی کھاتا تھا اور جس جگہ کوئی قرینہ یا مقتضا نہو۔ یا بغرض مسند الیہ کے مسند کے حصول کا ثبوت منظور ہو تو وہاں اُس کو ذکر کریں گے جیساکہ وہ ظاہر ہے اور جس جگہ حکم کا زیادہ قوی کرنا منظور نہیں ہوتا ہے اور مسند غیر سببی ہوتا ہے وہاں اُس کو مفرد لاتے ہیں ورنہ جملہ جیسے زید نیک ہے یا زید آیا۔

مسند سببی جملہ کو کہتے ہیں جس میں ضمیر راجع بجانب مسند الیہ موجود ہو اور یہ ضمیر اس جملہ میں مسند الیہ نہ واقع ہوئی ہو۔ اور جب مسند ازمنہ ثلاثہ میں سے ایک کے ساتھ مقید ہو تو اُس وقت وہ فعل ہوتا ہے اور ازمنہ ثلاثہ یہ ہیں **ماضی** جو ہمارے زمانے سے قبل تھا **مستقبل** جس کے وجود کی امید ہمارے زمانہ کے بعد کی جاتی ہے **حال** جو ماضی کے اواخر اور مستقبل کے اوائل اجزا ہیں کہ بلا مہلت اور تراخی (ڈھیل) کے پے بہ پے آتے جاتے ہیں۔

واضح ہو کہ مسند جب اسم ہوتا ہے تو ثبوت کا فائدہ دیتا ہے" اور جب فعل ہوتا ہے تو تجدد کا فائدہ دیتا ہے اور جب فعل کے ساتھ فاعل اور مفعول دونوں مذکور ہوں تو وہاں اُس کا فائدہ زیادہ ہوتا ہے جیسے زید نے عمرو کو مارا۔ لیکن عدم ذکر کی حالت میں کسی مانع کا ہونا ضرور ہے جیسے عدم علم"، عدم احتیاج۔

تنکیر مسند کی اُس وقت ہوتی ہے جب حصر اور عہد کا ارادہ نہو

پھر اسناد کی دو صورتیں ہیں حقیقتِ عقلیہ اور مجازِ عقلی حقیقتِ عقلیہ وہ ہے کہ فعل یا جو اُس کے معنے میں ہو مثلاً مصدر، فاعل مفعول صفت مشبہ اسم تفضیل ظرف اُس چیز کی طرف اسناد رکھتے ہوں کہ جس کے لیے وہ بنائے گئے ہیں مثل فاعل کی معروف میں اور مفعول بہ کی مجہول میں جیسے زید نے عمرو کو مارا فعل مارنے کا زید کی طرف اسناد رکھتا ہے کیونکہ وہ اُسی کے لیے بنایا گیا ہے" اور عمرو مارا گیا اس میں فعل عمرو کی طرف اسناد رکھتا ہے کیونکہ فعل مجہول مفعول بہ کے لیئے بنایا جاتا ہے۔

مجازِ عقلی یہ ہے کہ فعل یا جو اُس کے معنے میں ہو حقیقتہً اُس چیز کی طرف تو اسناد نہ رکھتے ہوں جس کے کہ وہ ہیں بلکہ اس کے ملابس (مشابہ) کی طرف اسناد رکھتی ہوں مثلاً کہا جاتا ہے کہ نہر جاری ہے تو حقیقت میں نہر جاری نہیں ہے بلکہ پانی جو اُس سے ملا ہوا ہے وہ جاری ہے لیکن نہر کی طرف فعل کا اسناد مجازاً ہے۔

تنبیہ مجازِ عقلی میں قرینہ کا ہونا ضرور ہے لفظی ہو یا معنوی جو ظاہر معنے کے ارادے سے ذہن کو پھیرتا ہو۔

دوسرا باب مسند الیہ کے احوال میں

مسند الیہ اُس کو کہتے ہیں جس کی طرف حکم کیا جائے اور وہ جملہ کا ایک بڑا جزء ہے۔ اصلیت اُس کی یہ ہے کہ وہ مذکور ہو، لیکن جس جگہ قرینہ دلالت کرے، یا عقلی اور نقلی (لفظی) دلیلوں سے وہ ذہن میں موجود ہو تو وہاں حذف کیا جائیگا کیونکہ ان صورتوں میں ذکر اُس کا عبث ہوگا مثلاً کوئی کسی سے پوچھے

کہ آپ کا مزاج کیسا ہے۔ اور جواب دینے والا کہے کہ علیل تو یہ کہنا جائز ہوگا۔ کیونکہ مزاج پر قرینہ موجود ہے اور وہ سائل کا سوال ہے بلفظ مزاج۔ اور جس جگہ نہ کوئی قرینہ موجود ہو نہ مقتضا ہو یا قرینہ ہو تو ضعیف ہو یا سامع کی تنبیہ مقصود ہو یا سامع غبی الذہن ہو یا مسند الیہ کا ثابت یا ظاہر کرنا مقصود ہو یا تعظیماً یا اہانتاً اُس کا لانا منظور ہو یا مسند الیہ ایسا ہے کہ اُس کے ذکر سے حظ طبیعت ہوتا ہے مثل ذکر محبوب کے یا تبرکاً اُس کا ذکر منظور ہو مثل ذکر رسول یا ائمہ علیہم السلام کے تو روا ہے کہ ان صورتوں میں مسند الیہ کا ذکر کیا جائے کیونکہ ذکر اصل ہے اور اصل کسی وقت عبث اور بیکار نہیں ہوتی۔ لیکن ذکر کی صورت میں اگر مقامِ تکلّم اور خطاب اور غیبت ہے تو مسند الیہ ضمیر سے معرفہ کیا جائے گا جیسے میں نے مارا۔ تو نے مارا۔ اُس نے مارا۔ اور اگر ایسا مقام ہے کہ مسند الیہ کا بعینہ ذہن میں حاضر کرنا مقصود ہو تو اُس کا علم لایا جائے گا مثلاً کوئی کہے کہ کل جمعہ میں تمام علماء موجود تھے اور مولانا حافظ بخش بھی تھے تو چونکہ بعینہ اُن کا ذہن میں لانا منظور تھا لہٰذا علم لایا گیا گو لفظ تمام سے وہ شامل ہو گئے تھے اور جس جگہ مخاطب مسند الیہ کے احوال مختصہ کا علم نہ رکھتا ہو یا وہ مقام شرم و حیا ہو یا اشارے کا مقام ہو یا بسبب تعظیم شان کے کنایہ سے بات کہنا مقصود ہو تو وہاں موصول سے معرفہ کیا جائیگا۔

مثال اول - جو شخص ہمارے ساتھ کل آیا تھا وہ ذی علم آدمی ہے۔

مثال دوم - جو چیز کہ پیشاب یا پاخانہ کی راہ سے نکلتی ہے وہ وضو

جب ایک فعل کے دو مختلف فاعل ہوں یعنی ایک مذکر اور ایک مؤنث تو فعل جس سے ملحق ہوگا اسی کے مطابق تذکیر اور تانیث میں لایا جائے گا جیسے میر انیس مرحوم ۔ نیزے پہ نیزہ تیغ پہ تھی تیغ آبدار ۔ اور لگتا تھا تن پہ تیر کبھی اور سناں کبھی ۔

پانچواں باب قصر کے احوال میں

قصر کے معنے لغت میں روکنے کے ہیں ۔ اور اصطلاح میں خاص کرنا ایک شے کا ہے دوسری شے کے ساتھ بطریق مخصوص اور اُس کی دو قسمیں ہیں حقیقی اور غیر حقیقی ۔

حقیقی اُس کو کہتے ہیں کہ جس میں تخصیص ایک شے کی دوسری شے کے ساتھ حقیقۃً اور نفس الامر میں ہو، اور غیر کی طرف موصوف کو ہرگز تجاوز نہ کرنے دے ۔ جیسے زید میلاد خواں ہے نہ مرثیہ خواں ۔ تو اس میں صفت میلاد خوانی کی زید کے ساتھ ایسی مخصوص ہے کہ زید کو مرثیہ خوانی کی طرف تجاوز نہیں کرنے دیتی ۔

غیر حقیقی اُس کو کہتے ہیں کہ تجاوز تو نہ کرنے دے لیکن تجاوز کر دینا ممکن ہو جیسے ۔ تم آؤ میں گھر ملوں گا ۔ یہاں ممکن ہے کہ دوسری جگہ ملے اور کوئی سبب ایسا ہو جائے کہ گھر نہ رہنے دے ۔ لیکن قصر میں ارادہ اور اعتقاد بھی شرط ہے اور غیر حقیقی کو اضافی بھی کہتے ہیں ۔ ان دونوں کی دو دو قسمیں ہیں ۔ قصر موصوف کا صفت پر ۔ اور قصر صفت کا موصوف پر ۔

قصر موصوف کا صفت پر یہ ہے کہ موصوف اس صفت سے

مثلاً بجائے اس کے کہ کہیں زید آیا یہ کہیں گے (میں سچ کہتا ہوں کہ زید آیا)
اور اگر حکم سے پھر بھی انکار کرے تو اُس کی قوّت اور ضعف کے مطابق حکم کی
تاکید بھی واجب ہوگی جیسے (خدا کی قسم یا واللہ زید آیا) قسم اول کو
ابتدائی اور دوسری کو طلبی اور تیسری کو انکاری کہتے ہیں۔ اسی پر نفی کو قیاس
کرلینا چاہیے۔

تاکید اُردو میں ضرور البتہ ہرگز کبھی تکرار لفظ دیکھو کہے دیتا ہوں یا جو اس
کے مشابہ ہو قسم سچ سے ہوتی ہے۔

ضرور البتہ واسطے تاکید اثبات کے آتے ہیں جیسے زہر عشق اب میں
لکھتا ہوں آپ کو یہ حضور ؛ وصل کی فکر چاہی ہے ضرور دیگر شیفتہ
یہ بات تو غلط ہے کہ دیوان شیفتہ ؛ ہے نسخہ معارف و مجموعہ کمال ؛ لیکن
مبالغہ تو ہے البتہ اس میں کم ؛ ہاں ذکر خد و خال اگر ہے تو خال خال۔

ہرگز کبھی واسطے تاکید نفی کے آتے ہیں اور ان کا اجتماع بھی جائز ہے
جیسے غالب آزادہ رو ہوں اور میرا مسلک ہے صلح کل ؛ ہرگز کبھی کسی
سے عداوت نہیں مجھے۔

تکرار لفظ دیکھو کہے دیتا ہوں قسم سچ دونوں میں مشترک ہیں تکرار
جیسے امانت میں نہ مانوں گا نہ مانوں گا کبھی بات تیری ؛ کام کس روز یہ آویگی
ملاقات تیری۔ قسم جیسے شیفتہ پاپوش میں لگائی کرن آفتاب کی ؛
جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی۔ دیکھو کہے دیتا ہوں جیسے مولفہ پھرتے تو ہو
ایجان بنے جان بنے ؛ لیکن نہ بننے کی تمھیں انجان بنے ؛ دیکھو کہے دیتا ہوں
بہت ہیں اغیار ؛ ایسا نہو غیرت پہ کہیں آن بنے سچ جیسے لا اعلم سچ تو یہ ہے
کہ بُرا وقت نہ دکھلائے خدا ؛ دوست پھر جاتے ہیں دشمن کی شکایت کیا ہے۔

جیسے زید کاتب ہے عمرو شاعر ہے یا مسند کی بزرگی مقصود ہو جیسے گورنری یورپین کے لئے ہی یا حقارت مقصود ہو جیسے تو کیا شے ہے۔

تعریف مسند کی اُس وقت ہوتی ہے جب سامع کو حکم کی رو سے امر معلوم کا فائدہ پہنچانا مقصود ہو جیسے وہ عبدالمجید ہے۔ یا حکم کے لازم کی رو سے فائدہ پہنچانا مقصود ہو جیسے زید تیرا بھائی ہے۔

تخصیص مسند کی اضافت یا وصف کے ساتھ اس واسطے کی جاتی ہے کہ فائدہ پورا ہو جائے جیسے زید تیرا غلام ہے۔ یا زید عالم آدمی ہے۔ اور ترک تخصیص اس کے برعکس ہے۔

تاخیر مسند کی اس واسطے ہے کہ ذکر مسند الیہ کا زیادہ شان والا ہے لیکن تقدیم یا بسبب تخصیص مسند کے ہے مسند الیہ کے ساتھ جیسے میر خلیق مرتا ہے باپ اے علی اکبر ابھی نہ جا۔ یا بسبب تنبیہ کے جیسے مرزا دبیر۔ ہال روئے مومنو یہ دم شور و شین ہے۔ یا بسبب تشویق کے جیسے میر انیس۔ تکتے تھے سوئے زلف شکن در شکن کبھی۔

چوتھا باب متعلقات فعل کے احوال میں

فعل مفعول کے ساتھ ایسا ہے جیسا فاعل کے ساتھ کیونکہ غرض فعل کی فاعل اور مفعول کے ساتھ یہ ہے کہ دونوں کے ملنے کا افادہ حاصل ہو جائے۔ فاعل کے ساتھ وقوع کی حیثیت سے اور مفعول کے ساتھ اُس پر واقع ہونے کی حیثیت سے پس اگر فعل متعدی کے ساتھ مفعول بہ ذکر نہ کیا جائے تو غرض دیکھنا چاہیے اگر غرض صرف اثبات یا نفی فعل کی ہے فاعل کے واسطے یا فاعل

سے تو ایسے مقام پر فعل متعدی فعل لازم کا قائم مقام کیا جائے گا۔ اور مفعول بہ تقدیر سے بھی گر جائے گا کیونکہ وہ بمنزلہ مذکور کے ہے مثال اس کی یہ ہے۔ جو شخص جانتا ہے وہ اُس کی برابر ہے جو نہ جانتا ہے۔ تو چونکہ ان دونوں جملوں میں صرف اثبات جاننے نہ جاننے کا مقصود ہے لہذا وہ قائم مقام لازم کا کیا گیا اور مفعول بہ سے کوئی تعلق نہ رکھا گیا اور کالعدم شمار کیا گیا اور اگر فعل کے اثبات یا نفی کی غرض نہیں ہے تو وہاں بحسب قرائن تقدیر مفعول بہ کی واجب ہوگی جیسے وہ چاہے گا تو بلائے گا۔ یہاں صرف فعل کا اثبات یا نفی مقصود نہیں ہے لہذا مفعول بہ (تمھارے بلانے کو) کہ جس کا اظہار فعل کر رہا ہے محذوف ہے۔

تقدیم فعل کی اپنے معمولات پر۔ یا بوجہ رعایت وزن کے ہے جیسے۔ چُھٹا جو شاہ سے پیری میں نوجواں فرزند۔ یا بوجہ اظہار تجدد کے جیسے۔ آئی جب حضرت قاسم کی سُہانی مہندی۔ یا بوجہ اظہار شوکت کے جیسے۔ آتا ہی شیر فارس دلدل ترائی ہیں۔

تقدیم فعل کے معمولات کی بعض کی بعض پر مثلاً مفعول کی فاعل پر یا رعایتاً للوزن ہے جیسے۔ سیر آہنی مرحوم جوشن کو کاٹ جاتی تھی یوں آ کے اوج سے۔ یا واسطے عظمت اور شان مفعول بہ کے ہے جیسے۔ خدا کو یاد کر بندے یہی کچھ کام آئے گا۔

تاخیر اس واسطے ہوتی ہے کہ وہ اپنی حالت پر ہے۔

تقدیم فاعل کی مفعول پر اس واسطے ہے کہ وہ اپنی حالت پر ہے۔ اور اُس کو رتبتاً مفعول پر تقدم ہے ہاں تاخیر بوجہ موجودگی اسباب تقدیم کے ہو جاتی ہے جیسا گذرا۔

توڑ دیتے ہیں۔

مثال سوم۔ یہ وہ ہے جس نے مجھکو کاپی دی تھی۔

مثال چہارم۔ جس نے ہمکو روٹی دی ہے کپڑا بھی دیا ہے۔

اور جب مسند الیہ کی تمیز بطریق اکمل منظور ہو تو وہاں اسم اشارے سے معرفہ کرینگے جیسے یہ آدمی کل آیا تھا۔ اور جو مقام ملابست یا وہم ہو تو وہاں لفظ خود اور آپ مسند الیہ کے ہمراہ لائیں گے جیسے زید خود آیا۔ یا عمرو آپ گیا۔ اور جس جگہ ثبوت کی زیادتی مقصود ہوگی وہاں بدل کے ساتھ ذکر کریں گے جیسے زید تیرا بھائی آیا۔ اور جہاں ایک فعل کے دو یا زیادہ مسند الیہ ہوں وہاں حرف عطف کے ذریعہ سے سب مسند الیہ ایک کر دیئے جائیں گے جیسے زید اور عمر اور بکر آیا۔ لیکن تراخی (یکے بعد دیگرے) کی صورت میں لفظ پھر کے ساتھ عطف کیا جائے گا جیسے زید آیا پھر عمرو پھر بکر۔ اور جب متکلم کا قصد نوعیت یا جنسیت کے ساتھ مسند الیہ کے مفرد لانے کا ہو تو نکرہ لایا جائیگا جیسے ایک آدمی آیا۔ یا ایک ترکی آیا۔ اور جہاں مسند الیہ کا انکشاف یا اظہار مقصود ہوتا ہے وہاں وصف کے ساتھ لاتے ہیں جیسے گوری امانت'' کالی امانت۔

تیسرا باب مسند کے احوال میں

جس جگہ کوئی قرینہ موجود ہو یا سوال محقق کا جواب ہو وہاں مسند حذف کیا جائے گا مثلاً کوئی شخص کھانا کھاتا ہو اور وہ کہے کہ پانی تو یہاں فعل مسند کا حذف جائز ہے کیونکہ اُس پر قرینہ موجود ہے جو دال ہے

دوسری صفت کی طرف ہرگز تجاوز نہ کرے لیکن اس صفت کا دوسرے موصوف کے لیئے ہونا جائز ہو جیسے۔ میں سوائے پلاؤ کے کچھ نہیں کھاتا کا۔ کہ یہاں موصوف تو تجاوز نہیں کرتا لیکن اس صفت کا دوسرے کے لیئے ہونا جائز ہی ممکن ہے کہ دوسرا پلاؤ کھائے۔

قصر صفت کا موصوف پر یہ ہے کہ صفت اس موصوف سے دوسرے موصوف کی طرف تجاوز نہ کرے لیکن اس موصوف کے لیئے دوسری صفات کا ہونا جائز ہو جیسے یہ بچہ سوائے رونے کے کچھ نہیں جانتا۔ اور مراد صفت سے صفت معنوی ہے یعنی وہ معنے کہ غیر کے ساتھ قائم ہوں نہ مصطلح علم نحو

پھر قصر کی چار قسمیں ہیں قصر حصر جیسے زید ہی آیا۔ یا یہ شخص بڑا ہی نمازی ہے قصر نفی و استثنا جس میں الفاظ نفی اور استثنا دونوں کے ساتھ ہو جیسے۔ زید سوائے کھانے کے کچھ نہیں جانتا۔ قصر عطف جیسے زید شاعر ہے نہ کاتب یا زید کھڑا ہے نہ بیٹھا۔ قصر نسبت جس میں کسی کے ساتھ نسبت صفت آکر پڑے جیسے زید صدیقی ہے یا زید قادری ہے۔

قصر جس طرح کہ مبتدا خبر میں واقع ہوتا ہے اسی طرح فعل فاعل اور فاعل مفعول اور حال ذوالحال اور صفت موصوف اور بدل مبدل منہ میں بھی واقع ہوتا ہے۔

چھٹا باب انشائ کے احوال میں

انشاء کا اطلاق کبھی تو اس نفس کلام پر ہوتا ہے کہ جس کی نسبت کے لیئے خارج نہ ہو جس سے اس کی مطابقت اور غیر مطابقت معلوم ہو" اور کبھی

متکلّم کے فعل پر ہوتا ہے اور یہاں یہی معنے مراد ہیں۔ انشا کی دو قسمیں ہیں، طلب اور غیر طلب غیر طلب سے مثل عقود اور قسم وغیرہ کی یہاں بحث نہیں کی گئی ہے بسبب قلّت مباحثہ بیانیہ کے۔ لیکن انشار طلب سے بحث کی گئی ہے۔ پس معلوم ہو کہ انشا رطلب کی پانچ قسمیں ہیں۔

اوّل تمنّیٰ

اور وہ بر سبیل محبت شے کے حاصل کرنے کی طلب کا نام ہے کہ جس کے لیے لفظ (کاش) وضع کیا گیا ہے۔ جیسے کاش آج زید آتا۔ لیکن حرف تمنّیٰ کا حذف بھی جائز ہے بشرطیکہ مقام شرط اور جزا کا ہو۔ جیسے اگر آج زید آتا تو میں بہت خوش ہوتا۔

دوّم استفہام

اور وہ ذہن میں جو شے کی صورت حاصل ہو اُس کی طلب کا نام ہے۔ اور اس کے لیے لفظ "کیا"، "آیا"، "کیوں"، "کہاں"، "کب"، "کون"، "کتنے"، بصیغہ مذکر و مونث، "کیسا" وضع کیے گئے ہیں۔ پس (کیا) واسطے طلب علم شے کے آتا ہے۔ جیسے یہ کیا چیز ہے۔ اور وہ واسطے طلب تصدیق کے بھی آتا ہے جیسے کیا زید آیا۔

اور (آیا) دو مرّد دون میں سے ایک کی طلب تصدیق کے لیے آتا ہے جیسے لمولفہ۔ قابل رحم کون ہے عاشقِ خستہ جاں کہ تو ÷ بارکش جفا ہے کون آیا یہ ناتواں کہ تو۔

اور (کیوں) واسطے طلب علم سبب کے آتا ہے جیسے اُس نے کیوں ایسا کیا۔ اور (کہاں) واسطے طلب علم مکان کے آتا ہے جیسے تو کہاں تھا۔ اور (کب) واسطے طلب علم زماں کے آتا ہے جیسے وہ کب آیا اور (کون) واسطے طلب علم ذی روح عاقل کے آتا ہے جیسے تو کون ہے۔ اور (کتنی کتنے) واسطے طلب علم عدد کے آتا ہے تذکیر اور تانیث کی رو سے۔ اور (کیسا) واسطے طلب علم اوصاف کے آتا ہے جیسے وہ کیسا آدمی ہے۔

اُردو میں جس مقام پر طرز تقریر سے ثابت ہوتا ہو یا قرینہ دلالت کرے تو وہاں لفظ (کیا) کا حذف جائز ہے مثلاً لمولفہ۔ نہ مسی اور نہ غازہ نے افشاں ÷ خوش نما ہوگئے ہیں آپ سے آپ۔

سوم امر

وہ غیر روکنے کے فعل کی طلب کا نام ہے برتری چاہنے کے ساتھ اور صیغے اُس کے نحو میں ہیں۔

چہارم نہی

وہ فعل سے روکنے کی طلب ہے برتری چاہنے کے ساتھ اس کے واسطے اُردو میں لفظ (مت) وضع کیا گیا ہے کہ جو امر کے صیغے پر داخل ہوتا ہے جیسے یہ کام مت کر۔ استاذ الاساتذہ جناب مولانا امجد بدایونی سلمہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔ اب مت ستا تو اے فلکِ بے مدار بس ÷ باقی نہیں ہے طاقت صبر و قرار بس۔ اور لفظ (نہ) بھی اساتذہ کے کلام میں آیا ہے۔ غالب۔ فارغ مجھے نہ جان کہ مانند صبح و مہر ÷ ہے داغ عشق زینت جیب کفن ہنوز۔

پنجشم ندا

وہ آنے کی طلب کا نام ہے حرف ندا کے ساتھ کہ وہ ۔ او، ای، اجی، ارے، ابے ہیں خواہ یہ لفظ عبارت میں موجود ہوں یا مقدر ہوں ۔ لیکن (او) البعید کے واسطے آتا ہے اگرچہ بعض مواقع پر قریب کو بھی استعمال کرتے ہیں ۔ اور (اے، اجی) مخصوص قریب کے واسطے ہیں،، اور (ارے) (ابے) یہ واسطے تحقیر کے استعمال ہوتے ہیں مگر ،، ارے ،، پیار کے لیے بھی استعمال میں لاتے ہیں جیسے ۔ ارے او بے وفا ادھر کو دیکھ ؛ اپنے عاشق کی چشم تر کو دیکھ ۔ اور بعض لوگوں کا تکیہ کلام ہوتا ہے کہ ہر جگہ اور ہر بات میں بولتے ہیں جیسے ؛ ارے بھائی، ارے یار ۔

ساتواں باب فصل اور وصل کے احوال میں

ایک جملہ کے عطف کو دوسرے جملہ پر وصل کہتے ہیں، اور اُس کے ترک کو فصل کہتے ہیں، شرط عطف کی یہ ہے کہ دونوں جملوں کے درمیان میں حرف عطف ہو کہ وہ (اور) اور (پھر) ہی یا جو ان کے ہم معنے ہو جیسے (پس) کہ فارسی کا لفظ ہے لیکن اُردو میں بھی اس کا استعمال ہے ۔ مگر نظم میں حرف عطف بکثرت مقدر ہوتا ہے ۔

وقت عطف کے دونوں جملوں کی حالت پر غور کرنا چاہیے ۔ اگر حرف عاطف کے معنے پر دونوں جملوں کے ربط کا قصد ہے تو اُسی عاطف کے ساتھ دوسرے جملہ کا عطف اولے پر کر دیا جاے گا جیسے زید داخل ہوا پھر عمرو،، اور اگر ایسی حالت نہیں ہے تو جملہ اولے کا حکم دیکھنا چاہیے ۔ اگر وہ حکم

ایسا ہے کہ جس کے دینے کا حکم دوسرے جملہ کو نہیں ہے تو وہاں فصل واجب ہے یعنی حرف عطف (اور) نہیں لایا جائے گا۔ اور اگر وہ حکم ایسا نہیں ہے تو دونوں جملوں کی حالت دیکھی جائے گی۔ اگر دونوں جملوں میں بلا ایہام کمال انقطاع ہے۔ یا کمال اتصال ہے۔ یا شبہ کمال انقطاع یا کمال اتصال کا ہے تو فصل واجب ہوگا ضرورت حرف عطف کی نہیں ہے جیسے فلاں مرگیا،، اللہ اُس پر رحم کرے،، یا یہ وہ چیز ہے جس کی عمدگی میں شک نہیں ہے۔ یا جاؤ میں نہیں آتا تم کتنے ہو، زید میرا بھائی ہے، اُس میں محبت ہے تم میں محبت کا نام نہیں۔ تو ان جملوں میں کمال انقطاع ہے لہذا ضرورت حرف عطف کی نہیں ہے۔ اور اگر کمال انقطاع کا صرف وہم ہی وہم ہے، یا کمال انقطاع اور کمال اتصال کی متوسط حالت ہی تو وصل واجب ہوگا حرف عطف (اور) کا لانا ضروری ہے۔

واضح ہو کہ محسنات وصل سے یہ امر ہے کہ دونوں جملوں میں اسمیت اور فعلیت کی مناسبت ہو اگر ایک اسمیہ ہے تو دوسرا بھی اسمیہ ہو،، یا اگر ایک فعلیہ ہے۔ تو دوسرا بھی فعلیہ ہو۔ انواع فعل کی موافقت کے ساتھ۔ ہاں اگر کوئی مانع ہو تو مجبوری ہے۔

آٹھواں باب ایجاز و اطناب و مساوات کے احوال میں

ایجاز کے لغوی معنے اختصار کے ہیں، اور اصطلاح میں مقصود کو کمتر

عبارت میں ادا کرنا ہے اور اطناب کے معنے انبساط کے ہیں۔ اور اصطلاح میں مقصود کو اکثر عبارت میں ادا کرنا ہے۔ اور مساوات جو بین بین ہو۔

ایجاز کی دو قسمیں ہیں۔ ایجاز قصر اور ایجاز حذف۔ ایجاز قصر اُس کو کہتے ہیں جو محذوفات سے خالی ہو جیسے لمولفہ وہ خفا ہو گئے ہیں آپ سے آپ ؎ با عزہ ہو گئے ہیں آپ سے آپ۔ اور ایجاز حذف اُس کو کہتے ہیں جس میں محذوفات ہوں۔ اور محذوف یا مضاف ہوگا جیسے کہا جاوے کہ فلاں دروازہ سے ہمیں کچھ نہیں ملا تو یہاں (مالک) کہ مضاف ہے اور جملہ کا جز ہی محذوف ہے۔ یعنی فلاں دروازے کے مالک سے ہمیں کچھ نہیں ملا۔ یا موصوف ہوگا جیسے۔ نقش فنا جو بیاہ میں ابن حسن بنے۔ یعنی قاسم ابن حسن علیہ السّلام کہ موصوف ہیں۔ یا صفت ہوگی جیسے اُس نے اپنی گاڑی توڑ ڈالی تو ثابت کا لفظ کہ صفت ہے محذوف ہی۔ یعنی ثابت گاڑی توڑ ڈالی۔ یا شرط ہوگی جیسے کوئی کہے ہمارے پاس آؤ تو تمکو روپیہ دیں گے۔ تو یہاں شرط محذوف ہی یعنی ہمارے پاس آؤ، اگر آوگے تو تمکو روپیہ دیں گے۔ یا جواب شرط ہوگا۔ جیسے کوئی کسی سے کچھ مانگے اور وہ کہدے کہ اگر ہوگا۔ یا جملہ ہوگا۔ جیسے لمولفہ قابل رحم کون ہے عاشق خستہ جاں کہ تو ؎ بارکش جفا و جور مجھسا ہے ناتواں کہ تو۔ یعنی کہ تو بارکش جفا و جور ہے تو سارا جملہ محذوف ہے ہر ایک مصرعہ میں۔

اطناب یا تو بعد ابہام کے ایضاح سے ہوتا ہے تاکہ مضمون اچھی طرح نفس میں ثابت ہوا ور قرار پا جاوے، اور علم کی لذت اُس کے معنے سے پوری ہو جاوے۔ یا عام کے بعد خاص کا ذکر کرنے سے ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ سب کا بھلا کرے اور تیرا۔ یا تکرار سے ہوتا ہے جیسے تو ہرگز ہرگز مت جا اُس کو نہیں آنے دونگا نہیں آنے دونگا۔ یا ایغال سے ہوتا ہے، ایغال

کے معنے دوڑنے کے ہیں۔ مگر اصطلاحی معنوں کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ایغال اس مضمون کے ساتھ بیت کے ختم کرنے کو کہتے ہیں کہ اگر وہ نکال ڈالا جاوے تو بیت کے معنے کا خلل انداز نہو۔ مثل زیادتی مبالغہ کی، اور تحقیق تشبیہ کی۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ایغال شعر کے ساتھ مختص نہیں ہے بلکہ وہ ختم کلام ہے کہ بدون اس کے معنے تمام ہو جاویں۔ یا تذئیل سے ہوتا ہے۔ اور تذئیل ایک جملہ کو دوسرے جملہ کے بعد تاکیداً لانے کو کہتے ہیں اس طور پر کہ دوسرا جملہ اولے کے معنے پر شامل ہو مثال اس کی یہ ہے

شعر مستزاد

زلف پُر پیچ میں دل ایسا گرفتار ہوا، چھٹنا دشوار ہوا
بیٹھے بٹھلائے نئے عشق کا آزار ہوا، سخت بیمار ہوا

واضح ہو کہ تذئیل، ایغال سے خاص ہے، کیونکہ تذئیل آخر بیت میں ہی ہوتی ہے۔ یا تکمیل سے ہوتا ہے اور اس کو احتراس بھی کہتے ہیں، کیونکہ اس میں خلاف مقصود کے ایہام سے احتراز ہوتا ہے۔ اور تکمیل کلام میں اس مضمون کے لانے کو کہتے ہیں جو ایہام خلاف مقصود کو رفع کر دے، خواہ وسط کلام میں ہو یا آخر کلام میں۔ مثال لمؤلفہ۔ ندی نالے بھر گئے اس طرح کی بارش ہوئی ٭ پر یہ خوبی ہے نہ کوئی شہر میں نقصاں ہوا۔ کثرت بارش سے اکثر نقصان ہوتا ہے، اس ایہام کو مصرعہ ثانیہ نے دور کر دیا۔ یا تتمیم سے ہوتا ہے۔ اور تتمیم اُس کو کہتے ہیں جو خلاف مقصود کا وہم نہ ڈالے ایسی زیادتی کلام میں ہو، مثل مفعول یا حال وغیرہ کے جو جملہ مستقلہ

نہ ہو۔ یا اعتراض سے ہوتا ہے۔ اور وہ اثنار کلام میں ایسا جملہ داخل کرنا جو معناً اول کے ساتھ متصل ہو جسکو جملہ معترضہ کہتے ہیں۔ جیسے مولانا امجد بدایونی (اللہم تعالےٰ اُن کو زندہ رکھے) بڑے قابل آدمی ہیں۔ تو یہ جملہ کہ اللہ تعالیٰ اُن کو زندہ رکھے،، جملہ معترضہ ہے کہ اُس کا تعلق کلام اول سے ہے، وہ یہ کہ اس میں ایک ضمیر ہے کہ اول سے تعلق رکھتی ہے و بس واللہ ولی التوفیق

وھو خیر رفیق ؏

فن ثانی علم بیان میں

علم بیان وہ علم ہے کہ جس سے معنے واحد کا مختلف طریقوں سے اور ترکیبوں سے لانا باعتبار دلالت لفظ کے پہچانا جاتا ہے۔ اور دلالت کے یہ معنے ہیں کہ لفظ اس حیثیت سے ہو کہ اُس کے علم سے دوسری شئے کا علم حاصل ہو جاوے۔

پس واضح ہو کہ دلالت کی دو قسمیں ہیں،، وضعیہ، اور عقلیہ،، وضعیہ وہ ہے کہ لفظ تمام اُس چیز پر دلالت کرے کہ جس کے واسطے وہ بنایا گیا ہے، جیسے دلالت انسان کی حیوان ناطق پر۔ اور عقلیہ وہ ہے کہ لفظ یا اُس چیز کے جزء پر دلالت کرے جس کے واسطے کہ وہ بنایا گیا ہے، یا اُس کے لازم پر دلالت کرے کہ اُس سے علیحدہ ہو جیسے دلالت انسان کی صرف حیوان یا ناطق پر،، یا دلالت انسان کی ضاحک پر۔

دلالت وضعیہ کو مطابقی اور دلالت عقلیہ کی اول شق کو تضمنی اور دوسری شق کو التزامی کہتے ہیں۔ لیکن معنی واحد کا مختلف طریقوں سے لانا صرف عقلیہ سے حاصل ہوتا ہے نہ وضعیہ سے کیونکہ جس طرح کہ مراتب لزوم

کا وضوح (ظہور) میں مختلف ہونا جائز ہے، اسی طرح لوازم کے واسطے ایسے ملزومات کا ہونا جائز ہے کہ بعض بعض سے زیادہ ہوں۔

اب لفظ پر غور کرنا چاہیے کہ وہ کیسا ہے" اگر ایسا ہے کہ جس کے واسطے وہ بنایا گیا ہے اُس کے عدم ارادہ پر قرینہ قائم ہے تو وہ مجاز ہے ورنہ کنایہ" اور یہ چونکہ بعض مجاز تشبیہ پر مبنی ہیں اور مقصود علم بیان سے صرف تشبیہ اور مجاز اور کنایہ ہے" پس ضرور ہوا کہ اول تشبیہ کا بیان کیا جاوے۔ لہذا یہ فن تین ابواب پر منقسم کیا جاتا ہے۔ باب اول تشبیہ کے بیان میں باب دوم مجاز کے بیان میں" باب سوم کنایہ کے بیان میں۔

باب اول تشبیہ کے بیان میں

تشبیہ کے معنے لغت میں دلالت کرنا ایک امر کا ہے دوسرے امر پر بسبب مشارکت کے معنے میں" اور یہاں تشبیہ سے یہ مراد ہے کہ وہ دلالت نہ بوجہ استعارہ تحقیقیہ کے ہو اور نہ بوجہ استعارہ بالکنایہ کے، اور نہ بوجہ تجرید کے، کیونکہ ان تینوں میں بھی اگرچہ دلالت بسبب مشارکت کے معنے میں ہے لیکن اس کو تشبیہ نہیں کہیں گے۔

تشبیہ کے چار ارکان ہیں مشبہ بہ" مشبہ" وجہ تشبیہ" حرف تشبیہ"

مشبہ بہ وہ ہے جس کے ساتھ تشبیہ دیجاتی ہے۔ اور مشبہ۔ وہ ہے جو تشبیہ دیا گیا۔ اور وجہ تشبیہ کی وہ ہے جس کے سبب سے دو چیزوں میں

تشبیہ واقع ہوئی - اور حرف تشبیہ وہ ہے جو وجہ تشبیہ پر دلالت کرتا ہے - فرض کرو کہ ہم نے کہا زید مثل شیر کی ہے تو زید اس جملہ میں مشبہ ہے اور شیر مشبہ بہ ہے - کیونکہ زید شیر کی مانند بیان کیا گیا ہے - اور مثل حرف تشبیہ ہے جو اس پر دلالت کرتا ہے - اور شجاعت جو دونوں میں پائی جاتی ہے اور جس کی وجہ سے تشبیہ دی گئی ہے وجہ تشبیہ ہے -

لیکن اصل اور عمود ان چاروں ارکان میں دو ہیں مشبہ بہ اور مشبہ کیونکہ وجہ تشبیہ کی انھیں دونوں کے ساتھ قائم ہے کہ جو مثل فرع کی ہے - اور حرف دونوں کے درمیان میں واسطہ ہے لہذا اول انھیں دونوں کا بیان کیا جاتا ہے فلیرجع الیہما

جاننا چاہیے کہ مشبہ بہ اور مشبہ یا تو حسّی ہیں مثل رخسار اور گل کی مبصرات میں اور آواز ضعیف اور نحیف کی مسموعات میں ،، اور خوشبو اور عنبر کی مشمومات میں ،، اور تھوک اور شراب کی مذوقات میں ،، اور پوست نرم اور حریر کی ملموسات میں - یا عقلی ہیں مثل علم اور حیات کی - یا مختلف ہیں کہ مشبہ عقلی ہے اور مشبہ بہ حسّی مثل موت اور درندہ کی یا بالعکس ہیں یعنی مشبہ حسّی ہے اور مشبہ بہ عقلی مثل عطر اور خلق کریم کی ،، اور وجہ تشبیہ کی (جو دونوں میں مشترک ہے تحقیقاً یا تخیلاً) یا تو دونوں کی حقیقت سے غیر خارج ہے (یعنی اُن کی تمام ماہیت ہے یا دونوں کا جز ہے) جیسے تشبیہ ایک کپڑے کی دوسرے کے ساتھ نوعیت میں یا جنسیت میں یا فصیلت میں مثلاً کہا جاوے کہ یہ کرتا مثل اُس کرتے کے ہے بناوٹ میں یا سوتوں میں یا صفائی میں پس بناوٹ اور سوت اور صفائی تینوں ایسی چیزیں ہیں کہ کپڑے کی حقیقت سے غیر خارج ہیں یا دونوں

کی حقیقت سے صفتہً (معناً) خارج ہے - پھر یہ صفت یا حقیقیہ حسیہ ہی یا عقلیہ ہے یا اضافیہ ہے یعنی متقررہ فی الذات نہیں ہے بلکہ ایک تشبیہی معنے ایسے ہیں جو اُس کے متعلق ہیں -

اول - مثل کیفیات جسمیہ (رنگ اور شکل) اور مقادیر (خط اور سطح) اور حرکات کی ہے -

دوم - مثل کیفیات نفسانیہ اور علم اور حلم اور غضب اور تمام امور طبیعہ کی ہے -

سوم - مثل ازالہ حجاب کے ہے حجت کی تشبیہہ میں سورج کے ساتھ -

وجہ تشبیہہ کی یا واحد ہے یا بمنزلہ واحد کے ہے شدت ترکیب سے یعنی مرکب - اور ہر ایک ان دونوں سے یا حسّی ہے یا عقلی ہے یا متعدد ہے" اور متعدد بھی یا حسّی ہے یا عقلی ہے یا مختلف ہے (یعنی بعض اُس کا حسی ہے اور بعض عقلی ہے)

(۱) واحد حسّی کی مثال مثل سرخی کی ہے مبصرات سے" اور خفی آواز کی ہے مسموعات سے اور خوشبو کی ہے مشمومات سے" اور مزہ کی ہے مذوقات سے" اور نرمی ملس کی ہے ملموسات سے -

(۲) واحد عقلی کی مثال مثل جرأت اور ہدایت کی ہے -

(۳) مرکب حسّی کی مثال کہ جس کی دونوں طرفین (مشبہ بہ اور مشبہ) مفرد ہوں مثل ثریا اور خوشہ انگور کی ہے اور جس کی دونوں طرفیں مرکب ہوں مثل اس جملہ کی ہے (میدان جنگ میں گرد اُٹھی تو اُس میں تلواریں اس طرح چمکتی تھیں جس طرح رات کو ستارے ٹوٹتے ہیں) اور جس کی دونوں طرفیں مختلف ہوں یعنی ایک مفرد - اور دوسری

مرکب مثل اس تشبیہ کی ہے۔ لمولفہ۔ عجیب طرز و روش سے لالہ
کھڑا ہے اس فرش عسجدی پر ٭ سنانیں یاقوت کی جڑی ہیں مگر
رماح زبرجدی پر۔ کہ لالہ جو مشبہ ہے مفرد ہے اور سنانیں یاقوت
کی زبرجدی نیزوں پر ہونا جو مشبہ بہ ہے مرکب ہے۔

(۴) مرکب عقلی کی مثال مثل اس تشبیہ کی ہے لمؤلفہ۔ علم کو پڑھکر
نہیں کرتے ہیں جو اُس پر عمل ٭ وہ مثالِ خرہیں جن پر ہوں لدی
صدہا کتاب۔

(۵) متعدد حسّی کی مثال مثل رنگ اور مزہ اور بو کی ہے دوسرے
میوہ سے۔

(۶) متعدد عقلی کی مثال مثل تیزی نظر اور کمال حذر اور چھپانے
جفتی کے ہے طائر کی تشبیہ میں غراب کے ساتھ۔

(۷) متعدد مختلف کی مثال مثل خوبصورتی کی ہے کہ وہ حسّی ہے"
اور شانداری کی ہے کہ وہ عقلی ہے انسان کی تشبیہ میں سورج کے
ساتھ۔

واضح ہو کہ شے عدیم النفع کے وجود کی تشبیہ عدم کے ساتھ عقلی ہے"
اور شجاع کی تشبیہ شیر کے ساتھ حسّی ہے" اور علم کی نور کے ساتھ عقلی ہے"
اور عطر کی خلق کریم کے ساتھ حسّی اور عقلی ہے۔ اور جس طرح غرض تشبیہ کی
مشبہ کی رفعت اور حسن ہے۔ اسی طرح کبھی تحقیر اور ظرافت بھی ہوتی ہے۔
جیسے نامرد کی شیر سے اور بخیل کی حاتم سے۔

اب معلوم ہو کہ حروف تشبیہ اردو میں۔ مثل جیسے جس طرح مانند
گویا۔ ہیں کہ جو مشبہ کو مشبہ بہ سے ملا دیتے ہیں" اور کبھی فعل بھی تشبیہ کو

ظاہر کر دیتا ہے جیسے میں نے زید کو شیر جانا۔

تقسیم اول تشبیہ کی باعتبار طرفین کے

تشبیہ باعتبار مشبہ اور مشبہ بہ کے چار قسم کی ہے۔ مفرد کی مفرد کے ساتھ جیسے رخسار کی پھول سے،، مرکب کی مرکب کے ساتھ جیسے میر انیس۔ یوں برچھیاں تھیں چار طرف اُس جناب کے + جیسے کرن نکلتی ہے گرد آفتاب کے۔ مفرد کی مرکب کے ساتھ جیسے نمبر ۳ میں لالہ کی تشبیہ میں گذرا۔ مرکب کی مفرد کے ساتھ جیسے۔ ع چاندنی رات پہ ہو صبح کا جس طرح گماں۔ کہ چاندنی رات مرکب ہے اور مشبہ، اور صبح مشبہ بہ مفرد ہے

تقسیم دیگر باعتبار طرفین کے

اگر مشبہ اور مشبہ بہ متعدد ہیں تو وہ یا ملفوف ہوئیں گے،، یا مفروق۔ ملفوف اُس کو کہتے ہیں کہ اول مشبہات بذریعہ عطف کے ایک کر کے مشبہ کر دیے جاویں،، پھر مشبہ بہا بذریعہ عطف کے ایک کر کے مشبہ بہ کر دیئے جاویں جیسے لاا علم۔ مرثیہ گوئی میں دبیر و انیس + ماہتاب آفتاب ہیں دونوں۔ کہ دبیر و انیس معطوف اور معطوف علیہ ہو کر مشبہ ہوا اور ماہتاب آفتاب معطوف اور معطوف علیہ ہو کر مشبہ بہ ہوا۔ مفروق اُس کو کہتے ہیں کہ برخلاف ملفوف کے ہو جیسے لمولفہ۔ قرب لب دنداں کا یہ مضموں ہے مقرر + گویا کہ جھلکتے ہیں شفق سے ملے اختر۔

تقسیم اول تشبیہ کی باعتبار وجہ کے

تشبیہ باعتبار وجہ کے دو قسم کی ہے۔ تمثیل، غیر تمثیل، تمثیل وہ ہے کہ جس کی وجہ ایسی صفت ہو کہ جو متعدد سے نکالی گئی ہو جیسے تشبیہ ثریا کی خوشہ انگور سے۔ اور غیر تمثیل وہ ہے کہ جس کی وجہ متعدد سے نہ نکالی گئی جیسا کہ ظاہر ہے۔

تقسیم دوم تشبیہ کی باعتبار وجہ کے

تشبیہ باعتبار وجہ کے یا مجمل ہے یا مفصل۔ مجمل وہ کہ جسکی وجہ نہ ذکر کی جاوے یا اس لیے کہ وہ ظاہر ہے اور ہر ایک اُس کو جانتا ہے جو ادنےٰ بھی اس علم میں سمجھ رکھتا ہے یا اس لیئے کہ ایسی خفی ہے کہ سوائے بلغاء کے دوسرا نہیں سمجھ سکتا۔ اول جیسے زید مثل شیر کی ہے۔ دوسری مثل حلقہ کی کہ ہر ہر جز اُس کا متناسب ہے۔ یا اس لیئے کہ وصف مشبہ یا مشبہ بہ کا نہیں ذکر کیا جاتا جیسے زید شیر ہے۔ یا اس لیئے کہ صرف مشبہ بہ کا وصف ذکر کر دیا جاتا ہے جیسے وہ مثل گول چھلّے کی ہے۔

مفصل وہ ہے کہ جس کی وجہ ذکر کی جاوے۔ جیسے اُس کے دانت صفائی میں مثل موتیوں کی ہیں۔ یہاں صفائی کہ وجہ تشبیہ کی ہی مذکور کر

تقسیم سوم تشبیہ کی باعتبار وجہ کے

پھر تشبیہ کی وجہ یا قریب مبتذل ہے، یا بعید غریب ہے۔

قریب مبتذل اُس کو کہتے ہیں کہ جسمیں مشبہ سے مشبہ بہ کی طرف بسبب ظہور وجہ کے غیر تدقیق نظر سے انتقال کیا جاوے - خواہ وجہ شبہ کی امر جملی ہو جیسے انسان کہ ایک جملہ اور خلاصہ ،، طویل قد ،، عریض ناخن ،، خنداں بالطبع وغیرہ کا ہے یا قلیل التفصیل ہو جیسے تشبیہ ٹھلیا کی کوزہ سے یا آفتاب کی آئینہ سے۔

بعید غریب وہ ہے کہ جس میں مشبہ سے مشبہ بہ کی طرف بسبب عدم ظہور وجہ کے انتقال نہ کیا جاوے مگر بعد فکر اور تدقیق نظر کے - اور یہ عدم ظہور خواہ کثرت تفصیل سے ہو یا حضور مشبہ بہ کی ندرت سے - اور ندرت یا مشبہ کے حضور کے وقت بوجہ بُعد مناسبت کے ہو یا مطلقاً ہو - لیکن ندرت مطلقاً یا اس سبب سے ہوتی ہے کہ مشبہ بہ وہمی ہو جیسے غول بیابان کے دانتوں سے کسی کے دانتوں کو تشبیہ دی جاوے، یا اس سبب سے کہ مشبہ بہ مرکب خیالی ہو جیسے - سنانیں یا قوت کی جڑی ہیں مگر زبرجدی پر - یا مرکب عقلی ہو جیسے - وہ مثال خر ہیں جس پر ہوں لدی صد ہا کتاب - یا مشبہ بہ کی قلت تکرر سے ہو جس طرح جیسے لمؤلفہ لرزہ سوا کن فلک پر دغل میں تھا ؛ سورج مثال آئینہ دست اشل میں تھا۔

اور مراد تفصیل سے مذکورہ بالا میں یہ ہے کہ ایک سے زیادہ اوصاف میں نظر کی جاوے - اور تفصیل بہت وجوہ سے ہوتی ہے، لیکن اعرف یہ ہے کہ بعض اوصاف لے لئے جائیں اور بعض ترک کر دیئے جائیں جیسے وزیر لکھنوی - کاکل جو اُس کے شعلۂ رُخ سے سرک گئی - کہ تشبیہ رُخ کی شعلہ کے ساتھ صرف بلحاظ رنگ اور چمک کے ہے، اور دھواں جو شعلہ

سے متصل ہوتا ہے ترک کر دیا گیا ہے، یا کل اوصاف لے لیے جاویں جیسے ثریا کی تشبیہ خوشۂ انگور سے کہ اس میں نمود اور رنگ اور شکل اور اجتماع سب ماخوذ ہیں۔

واضح ہو کہ جب ترکیب اکثر امور سے ہوتی ہے، بہت بعید ہوتی ہے اور بلیغ اور حسن ہوتی ہے کیونکہ یہ قسم غریب ہے اور غیر مبتذل ہے۔ اور بوجہ تفصیل کے تلاش کرنا زیادہ پڑتا ہے۔ اور جو چیز تلاش سے ملتی ہے وہ زیادہ لذیذ اور نفس کو مرغوب ہوتی ہے، اور جو معنے وقت سے حاصل ہوتے ہیں اُن کا لطف زیادہ حاصل ہوتا ہے۔

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مبتذل کو تصرف کر کر غریب بنا لیتے ہیں جیسے لمؤلفہ۔ نہیں ہے عارضِ پُر نور مس زلف چلیپا سے + قیامت ہے کہ قرآں جائے نا قابل میں رکھا ہے۔ یہ تشبیہ عارض کی قرآن کے ساتھ مبتذل ہے۔ لیکن جائے نا قابل میں رکھنے نے اُس میں ایک نوع کی غرابت پیدا کر دی۔ اور اس قسم کی تشبیہ کو تشبیہ مشروط کہتے ہیں۔

تقسیم تشبیہ کی باعتبار حرف کے

تشبیہ باعتبار حرف کے یا مؤکد ہے یا مرسل۔ مؤکد وہ ہے کہ جسمیں حرف تشبیہ دور کر دیا جائے جیسے۔ کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے۔ حرف تشبیہ یہاں موجود نہیں ہے اور مرسل وہ ہے کہ جس میں حرف تشبیہ موجود ہو جیسے میر انیس مرحوم۔ گویا ایک

ہڈیوں کا مالا ہوں ہیں۔ یہاں موجود ہے۔

تقسیم تشبیہ کی باعتبار غرض کے

تشبیہ باعتبار غرض کے یا مقبول ہے یا مردود، مقبول وہ ہے جو فائدہ دینے میں پوری ہو۔ یعنی مشبہ بہ تشبیہ کی وجہ میں زیادہ تر مشہور ہو، اور حال خوب بیان کرتا ہو۔ یا ناقص کو کامل کے ساتھ ملانے میں پورا ہو، یا مخاطب کے نزدیک مسلم الحکم ہو۔ مردود وہ ہے کہ اس کے برخلاف ہو یعنی غرض کے فائدہ پہنچانے میں قاصر ہو۔

خاتمہ تشبیہ کی قوت اور ضعف اور ذکر اور ترک ارکان کے بیان میں

تشبیہ کے تین مرتبے ہیں۔ اعلیٰ، اوسط، ادنےٰ، اعلیٰ وہ ہے کہ جس میں سوائے مشبہ بہ کے اور ارکان ذکر نہ کئے جاویں۔ اور اوسط وہ ہے کہ جس میں بعض ارکان مذکور ہوں اور بعض متروک ہوں۔ اور ادنےٰ وہ ہے کہ جس میں سب ارکان مذکور ہوں۔

مثال اعلیٰ۔ شیروں کا شیر غازم دشت نبرد ہے۔

مثال اوسط۔ ہوئی خال سیہ سے مشک بیزی دل کے زخموں پر نمک کیسا الٰہی دانہ فلفل میں رکھا ہے۔

مثال ادنیٰ۔ شجاعت میں مثال شیر عباس دلاور تھے۔

باب دوم حقیقت اور مجاز کے بیان میں

مقصود اصلی علم بیان میں مجاز ہے نہ حقیقت مگر چونکہ سمجھنا مجاز کا حقیقت پر موقوف ہے لہذا اول اُس کا ذکر کیا جاتا ہے۔ پس معلوم ہو کہ حقیقت کے معنے لغت میں ثابت کرنے کے ہیں۔ اور اصطلاح میں وہ کلمہ ہے جو اُن معنے میں استعمال کیا جاوے کہ جن معنے اسکے واسطے وہ وضع کیا گیا ہے۔ اور مجاز کے لغوی معنے علیحدگی کے ہیں اور اصطلاح میں وہ کلمہ ہے جو بحسب قرینہ اُن معنے میں استعمال کیا جاوے کہ جن کے واسطے وہ وضع نہیں کیا گیا ہے۔

ہر کلمہ حقیقت ہو یا مجاز۔ لغوی ہو اور شرعی،، عرفی خاص ہے اور عرفی عام۔ جیسے شیر کہ بمعنی درندہ حقیقت لغویہ ہے۔ اور بمعنی مرد بہادر و دلیر مجاز لغوی ہے۔ اور صلاۃ کہ بمعنے عبادت مخصوصہ ہے حقیقت شرعیہ ہے اور بمعنی دعا مجاز شرعی ہے۔ اور فعل کہ بمعنی لفظ مقترن بیکے از ازمنہ ثلاثہ حقیقت عرفیہ خاصہ نحویہ ہے۔ اور بمعنی حدث مجاز نحوی ہے اور جانور کہ بمعنی ہر چرند و ہر پرند ہے حقیقت عرفیہ عامہ ہے۔ اور بمعنی انسان مجاز عرفی عام ہے۔

تقسیم مجاز

مجاز کی دو قسمیں ہیں، مفرد اور مرکب۔ مفرد وہ کلمہ ہے جو بحسب قرینہ اُن معنے کے غیر میں استعمال کیا جاوے کہ جن کے واسطے وہ وضع کیا گیا ہے۔ اور مرکب وہ ہے جو اُن معنے میں استعمال کیا جاوے کہ جو اُس کے

معنے اصلی کے مشابہ ہوں۔

مجاز کی دو قسمیں ہیں۔ مجاز مرسل اور استعارہ۔

مجاز مرسل وہ ہے کہ جس کے معنے مجازی اور حقیقی میں علاقہ غیر مشابہ ہو۔ اور استعارہ وہ ہے کہ جس کے معنے حقیقی اور مجازی میں علاقہ مشابہ ہو۔ مجاز مرسل کی مثال مثل دست نعمت اور دست قدرت کی ہے کیونکہ دست کے معنے حقیقی اور مجازی میں کوئی علاقہ ایسا نہیں ہے کہ جو مشابہ نعمت اور قدرت کے ہو سوائے اس کے کہ دست دونوں کے واسطے مثل علّت فاعلیہ کے ہے۔ اور استعارہ کی مثال مثل نرگس اور سوسن کے ہے بجائے آنکھ اور زبان کے، کیونکہ نرگس اور سوسن کے معنے حقیقی اور مجازی میں ایک علاقہ ایسا ہے کہ مشابہ آنکھ اور زبان کے ہے۔ اور وہ دونوں کا صورت میں ایک ہونا ہے اور جز کو کل سے موسوم کردینا جیسے سورہ فاتحہ کو الحمد کہتے ہیں یا کل کو جز سے موسوم کردینا جیسے پور دل کو انگلی۔ یا مسبب کو سبب سے موسوم کردینا جیسے دھوپ کو سورج، یا سبب کو مسبب سے موسوم کردینا جیسے مینھ برسے تو کہتے ہیں کہ گیہوں برسے یا باجرہ برسا، یا کسی چیز کو اُس نام سے بولنا کہ وہ نام آیندہ اُس کا ہونے والا ہے جیسے شیرہ انگور کو شراب کہہ دینا، یا حال کو محل سے موسوم کردینا جیسے کہتے ہیں کہ ہمیں۔ اس گھر سے کچھ تعلق نہیں حالانکہ اُس کے رہنے والوں سے تعلق نہیں ہوتا، یا شے کو اُس کے آلہ سے موسوم کردینا جیسے زبان صدق یہ سب مجاز مرسل میں داخل ہیں۔

استعارہ کو واسطے تمیز تخییلیہ اور مکنی عنہ کے کبھی تحقیقیہ کے ساتھ مقید کرتے ہیں اور استعارہ تحقیقیہ کہتے ہیں بسبب تحقق اُس کے

معنے مجازی کے حسًا اور عقلاً جیسے میرے پاس شیر ہتھیار لگائے کھڑا ہے
تو شیر استعارہ دلیر آدمی سے امر محقق اور حسی ہے۔ یا راہ راست استعارہ
دین حق مذہب اسلام سے امر محقق عقلی ہے۔
واضح ہو کہ استعارہ کے مجاز لغوی اور مجاز عقلی ہونے میں اختلاف
ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ مجاز لغوی ہے اور یہ صحیح ہے کیونکہ وہ وضع کیا گیا
ہے مشبہ بہ کے واسطے نہ مشبہ کے اور نہ اُس کے جو دونوں سے عام
ہو جیسے میں نے شیر کو بھاگتے دیکھا تو شیر ایک مخصوص جانور کا نام ہے نہ مرد
شجاع اور ہر جرأت والے جانور کا جیسا کہ اہل لغت سے منقول ہے اور
بعض کہتے ہیں کہ مجاز عقلی ہے اس معنے کر کہ اس کا تصرف امر عقلی میں ہے
نہ لغوی میں کیونکہ اس کا اطلاق مشبہ پر اُس وقت ہوتا ہے کہ جب اُس
کو عقل مشبہ بہ کی جنس میں داخل کر لے ایک بچے کو شیر نہ کہیں گے مگر جب
اُس میں شجاعت آ لے اور عقل اُس کو شیر کی افراد میں شامل کرے لیکن
یہ دلیل صحیح نہیں ہے اس واسطے کہ جنس مشبہ بہ میں داخل کرنا مقتضی
اس کا نہیں ہے کہ اُس کو اُن معنے میں بھی داخل کر لیا کہ جس کے واسطے
وہ وضع کیا گیا ہے لہذا عقلی نہیں ہو سکتا۔
نیز معلوم ہو کہ استعارہ کذب سے بھی علیحدہ ہے۔ کیونکہ استعارہ
میں تاویل ہے اور کذب میں تاویل نہیں۔ استعارہ میں ظاہر کے
خلاف پر قرینہ ہے اور کذب میں نہیں ہے۔
استعارہ علم نہیں ہوتا ہے بلکہ جنس ہوتا ہے، لیکن جب وصفیت
کی نوعیت کو شامل ہو جیسے حاتم کہ وصف سخاوت کے ساتھ ایسا متصف
ہے کہ وہ خود وصف بن گیا ہے، اور مادر کہ بخل کے ساتھ یوں متصف ہے کہ وہ

خود ایک نوع ہوگیا ہے،، یا سحبان کہ بلاغت کے ساتھ اُس کو یوں اتصاف ہے کہ وہ خود اُس کی نوع ہو گیا ہے اور استعارہ چونکہ داخل مجاز ہے لہذا اُس کے واسطے قرینے کا ہونا ضرور ہے جو معنے موضوع لہ سے خارج کرتا ہو خواہ وہ قرینہ امر واحد ہو جیسے کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ اٹھا ہے رن کا لفظ دلالت کرتا ہے کہ شیر سے معنے حقیقی مراد نہیں ہیں۔ یا امور متعددہ ہوں جیسے لمولفہ۔ کیا جود کا بیاں ہو تری یاشہ نجف ٭ وقت عطا برستے ہیں ابر مطیر پانچ۔ یہاں جود کا لفظ دلالت کرتا ہے کہ ابر مطیر کے معنے حقیقی مراد نہیں ہیں بلکہ پانچ اُنگلیاں مراد ہیں۔

تقسیم استعارہ باعتبار طرفین

استعارہ باعتبار مستعار منہ اور مستعار لہ کے ۲ دو قسم پر ہے ممکن اور ممتنع۔ ممکن وہ ہے کہ مستعار منہ اور مستعار لہ شے واحد میں جمع ہو جاویں جیسے گمراہ کو مردہ اور دین کی راہ پر چلنے والے کو زندہ کہیں تو یہاں دونوں صفتوں موت اور زندگی کا اجتماع شخص واحد میں ممکن ہے دیندار مردہ کو باعتبار دیندار ہونے کے زندہ اور بے دین کو باعتبار گمراہ ہونے کے مردہ کہہ سکتے ہیں اور ممتنع وہ ہے کہ جس کا اجتماع ایک شے میں منع ہو جیسے استعارہ معدوم کا موجود سے اور اسکو عنادیہ بھی کہتے ہیں۔ عنادیہ کی ۲ دو قسمیں ہیں تہکمیہ اور تملیحیہ۔ تہکمیہ وہ ہے کہ جو بغرض غصّہ اور غضب کے ہو جیسے کوئی حاکم کسی سے کہے کہ فلاں مجرم کو قید کی خوشخبری دیدو۔ اور تملیحیہ وہ ہے جو بغرض ظرافت اور مذاق کے ہو جیسے کسی بودے آدمی سے کہا جاوے کہ تو تو بڑا شیر ہے۔

تقسیم استعارہ باعتبار جامع کے

پھر استعارہ باعتبار جامع کے دو قسم پر ہے یعنی جس چیز کا کہ طرفین کے اشتراک میں قصد کیا گیا ہے وہ چیز یا تو طرفین کے مفہوم میں داخل ہے یا داخل نہیں ہے۔ اول کی مثال یہ ہے کہ زید مجکو دیکھتے ہی اڑ گیا۔ تو اس میں اڑ گیا مستعار منہ اور بھاگ گیا مستعار لہ اور امر جامع قطع مسافت ہے کہ طرفین کے مفہوم میں داخل ہے۔ دوسرے کی مثال سورج کی چمک ہے کہ اس کے مفہوم میں داخل نہیں ہے بلکہ عارض ہے۔

تقسیم آخر باعتبار جامع کے

استعارہ باعتبار جامع کے یا عامیہ ہے یا خاصیہ، عامیہ وہ ہے جو بسبب ظہور جامع کے عوام میں مشہور ہو جیسے مرد دلیر کا استعارہ شیر سے۔ اور خاصیہ وہ ہے کہ سوائے اُن لوگوں کے جو صاحب ذہن ہیں اور طبقہ عام سے اٹھا دیے گئے ہیں دوسرا اس پر مطلع نہو جیسے لمولفہ۔ شاہانہ وہ بیٹھے ہیں جھکائے ہوئے سر کو تسبیح میں گویا نظر آتا ہے قمر آج۔ تو شاہانہ بیٹھنا استعارہ بالتیج ہار کر بیٹھنے کا ہے کہ سوائے خواص کے عوام کو اس پر اطلاع نہیں ہے اول کو مبتذلہ، اور دوسرے کو غریبہ بھی کہتے ہیں، اور غرابت کبھی نفس شبہ میں ہوتی ہے جیسے کہ مثال مذکور میں گذرا، اور کبھی استعارہ عامیہ میں بھی تصرف کرنے سے حاصل ہو جاتی ہے۔

جاننا چاہیے کہ استعارہ کبھی محسوس کا محسوس سے ہوتا ہے

بوجہ حسّی یا بوجہ عقلی، اور کبھی معقول کا معقول سے ہوتا ہے، اور کبھی محسوس کا معقول سے اور کبھی معقول کا محسوس سے۔

تقسیم استعارہ باعتبار لفظ

استعارہ کی باعتبار لفظ مستعار کے دو قسمیں ہیں اصلیہ اور تبعیہ اصلیہ وہ ہے کہ لفظ مستعار اسم جنس ہو جیسے شیر اور گل کہ اپنی تمام افراد اور اقسام پر صادق آتے ہیں۔ اور تبعیہ وہ ہے کہ لفظ مستعار فعل یا مشابہ بفعل ہو اس حیثیت سے کہ مآل اُس کا معنی مصدری کی طرف راجع ہو جیسے لا اعلم۔ بھاگ ان بردہ فروشوں سے کہاں کے بھائی ؛ بیچ ڈالے ہیں جو یوسف سا برادر ہووے۔ کہ پرہیز کا استعارہ بھاگنے سے کیا ہے اور بھاگ صیغہ امر ہے لیکن اس سے وہ معنے غرض ہیں جو قائم بالذات ہیں۔

تقسیم استعارہ باعتبار تجرید و ترشیح

پھر استعارہ باعتبار تجرید اور ترشیح تین قسم پر ہے اول استعارہ مطلقہ وہ یہ کہ مناسبات اور صفات مستعار لہٗ مستعار منہ سے اُس میں کچھ مذکور نہو جیسے لمولفہ بنفشہ ہے لب جو صورت جرّارہ دلبر۔ کہ زلف کو جرّارہ بچھو سے استعارہ کیا اور مناسبات مستعار لہ اور مستعار منہ کے ذکر نہ کیے۔ دوم استعارہ مجرّدہ وہ یہ کہ صفات اور مناسبات مستعار لہ کو ذکر کریں جیسے لمولفہ شورش آہ دل سے ساری رات ؛ نرگس یار کو نہ خواب ہوئی۔ کہ نرگس کو

استعارہ کیا آنکھ کے واسطے اور لفظ خواب کہ اُس کے مناسبات سے ہے ذکر کیا۔ سوم استعارہ مرشحہ وہ یہ کہ صرف مناسبات اور صفات مستعار منہ کو ذکر کریں جیسے لمولفہ۔ نہیں قصد خروج دشت گر دشمن پہ اے سکتیں ٭ بھرا ہے کس لیے دریا تمامی تیغ و جوشن سے۔ کہ موجوں کو تیغ اور جوشن سے استعارہ کیا اور قصد اور خروج کہ تیغ اور جوشن کے مناسبات سے ہیں ذکر کیے ہیں۔

کبھی تجرید اور ترشیح دونوں ایک استعارہ میں جمع کر دیتے ہیں جیسے لمولفہ چیرتی ہے صبا نسیمہ شب ٭ طفل خونی کو تا کرے پیدا۔ آفتاب کو طفل سے استعارہ کیا تو طفل مستعار منہ ہوا اور آفتاب مستعار لہ پس صبا اور شب مستعار لہ کے مناسبات سے ہیں، اور خونی اور چیرنا اور پیدا مستعار منہ کے مناسبات سے ہیں۔ لیکن یاد رہے کہ ترشیح استعارہ میں تجرید اور اطلاق سے بلیغ تر ہے۔

استعارہ بالکنایہ اُس کو کہتے ہیں کہ مشبہ ذکر کریں اور ارادہ مشبہ بہ کا کریں قیام قرینہ کے ساتھ۔ اور قرینہ یہاں استعارہ تخئیلیہ ہوتا ہے۔ طریق اُس کا یہ ہے کہ مشبہ مذکور کے ساتھ چند چیز کہ لوازم مشبہ بہ محذوف سے ہوں ذکر کی جاویں پس ذکر مشبہ کا اور حذف مشبہ بہ کا استعارہ بالکنایہ ہے" اور مشبہ بہ محذوف کے لوازم مشبہ مذکور کے واسطے ثابت کرنا استعارہ تخئیلیہ ہے اور تخئیلیہ کی تین قسمیں ہیں۔ اس واسطے کہ جو لوازم مشبہ بہ کے ساتھ اختصاص رکھتے ہیں اُن کو جو ہم مشبہ کے واسطے ثابت کرتے ہیں وہ تین حال سے خالی نہیں ہوتے۔ یا تو مشبہ بہ کے قوام میں داخل ہیں یا مشبہ بہ کی تکمیل اُن پر موقوف ہے یا قوام اور

تکمیل دونوں میں دخل رکھتے ہیں۔

اول کی مثال - میری زبان حال شکایت سے بہت گویا ہے - یہاں حال کی تشبیہہ شخص متکلم سے دی، یہ استعارہ بالکنایہ ہوا، اور زبان اُس کے واسطے ثابت کرنا کہ متکلم کے قوام میں داخل ہے استعارہ تخئیلیہ ہے۔

دوم کی مثال - فلاں پر موت نے پنجہ دراز کیا - یہاں موت کو شیر سے تشبیہہ دی اور مشبہ بہ کو کہ شیر ہے ذکر نہ کیا یہ استعارہ بالکنایہ ہوا - اور پنجہ کہ شیر سے اختصاص رکھتا ہے اُس کی تکمیل کا موجب ہے موت کے واسطے کہ مشبہ ہے یہ استعارہ تخئیلیہ ہے۔

سوم کی مثال حکم کی باگ خدا کے ہاتھ میں ہے - یہاں تشبیہہ حکم کی گھوڑے کے ساتھ استعارہ بالکنایہ ہے - اور باگ اُس کے واسطے ثابت کرنا کہ مشبہ بہ کے لوازم غیر متقومہ سے ہے استعارہ تخئیلیہ ہے۔

باب سوم کنایہ کے بیان میں

کنایہ کے معنے پوشیدہ بات کہنے کے ہیں - اور اصطلاح میں وہ لفظ ہے کہ جس کے معنے کا لازم اُس سے ارادہ کیا جاوے جیسے طویل العبا سے مراد طویل القامت لیں - اور فرق درمیان کنایہ اور مجاز کے یہ ہے کہ کنایہ میں انتقال لازم سے ملزوم کی طرف ہوتا ہے - اور مجاز میں ملزوم سے لازم کی طرف۔

کنایہ کی تین قسمیں ہیں۔ اول یہ کہ اس کا مطلوب غیر صفت اور بدون نسبت کے ہو۔ اس کی دو صورتیں ہیں، پہلی یہ ہے کہ اس کا مطلوب معنی واحد ہوں۔ جیسے سرد آلام کنایہ دل سے ہے۔ دوسری یہ ہے کہ اس کا مطلوب چند معانی کا مجموعہ ہو جیسے راست قد، چوڑے ناخن والا، صاف منہ، کنایہ انسان سے ہے۔ شرط ان دونوں کے لیئے یہ ہے کہ مکنی عنہ کے ساتھ اختصاص ہو۔

دوسری قسم یہ ہے کہ اس کا مطلوب کوئی صفت ہو صفات سے مثل جود اور کرم کی۔ اس کی بھی دو قسمیں ہیں، قریبہ اور بعیدہ قریبہ وہ ہے کہ انتقال کنایہ سے مطلوب کی طرف بلا واسطہ ہو۔ اس کی بھی دو صورتیں ہیں۔ واضحہ اور خفیہ، واضحہ وہ کہ جس صفت سے بسہولت مطلوب کی طرف انتقال ہو۔ جیسے طویل القامت کا کنایہ طویل العبا سے کیا جاوے تو فوراً طویل القامت سمجھ لیا جاویگا۔ اور خفیہ وہ کہ جس سے تامل اور فکر کے ساتھ انتقال ہو جیسے بیوقوف کا کنایہ نہایت عریض القفا اور عظیم الراس سے۔

بعیدہ وہ ہے کہ انتقال کنایہ سے مطلوب کی طرف کسی واسطہ سے ہو جیسے کثیر الرماد (زیادہ راکھ والا) کنایہ میزبان سے، تو یہاں کثرت کھانوں کی واسطہ ہے کثرت آگ کا اور کثرت آگ کی واسطہ ہے کثرت راکھ کا اور ان سب کا سبب مہمانوں کی کثرت ہے۔ اور چونکہ صاحب مہمان میزبان ہوتا ہے اس لیئے کثیر الرماد بالواسطہ کنایہ میزبان سے ہوا۔

تیسری قسم یہ ہے کہ اس کا مطلوب نسبت ہو۔ مثلاً کسی گھر کے آدمیوں سے صدور خیر بکثرت ہوتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ اس گھر سے بہت خیر صادر ہوتی ہے

تو انہیں آدمیوں کی نسبت سے کہا جاتا ہے۔

"تنبیہہ"، بلغا کا اس امر پہ اتفاق ہے کہ مجاز اور کنایہ تصریح سے بلیغ تر ہے اس لیئے کہ دونوں میں ملزوم سے لازم کی طرف انتقال ہوتا ہے پس وہ مثل دعوے مع الدلیل کے ہے اور استعارہ تشبیہہ سے بلیغ تر ہے کیونکہ وہ ایک قسم مجاز کی ہے اور ثابت ہو چکا ہے کہ مجاز حقیقت سے زیادہ بلیغ ہے۔ و باللہ التوفیق و ہو خیر رفیق۔

فن ثالث علم بدیع میں

بدیع وہ علم ہے کہ جس کے سبب سے تحسین کلام کی وجہیں مقتضی حال کی مطابقت کی رعایت اور وضوح دلالت کے بعد پہچانی جاتی ہیں۔ اور تحسین کلام کی وجہیں دو قسم پر ہیں معنوی اور لفظی۔ معنوی وہ ہیں جو اولاً اور بالذات تحسین معنی کی طرف راجع ہوں اور لفظی وہ ہیں جو اولاً اور بالذات تحسین لفظ کی طرف راجع ہوں۔ معنوی یہ ہیں۔

صنعت طباق۔ کہ جس کو تضاد بھی کہتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ دو متضادین یا متقابلین کو ایک جگہ جمع کر دیں اور یہ دونوں اقسام کلمہ کی ایک نوع سے ہوں، خواہ دو اسم ہوں جیسے۔ میرانیس مرحوم پیری کے ولولے ہیں خزاں کی بہار ہے۔ کہ خزاں اور بہار دونوں باہم متضاد ہیں اور ایک جگہ جمع ہیں۔ خواہ دو فعل ہوں جیسے لمولفہ۔ مارتا ہے اور جلاتا ہے وہی۔ کہ یہ دونوں فعل باہم متضاد ہیں۔ خواہ دو حرف ہوں جیسے لمولفہ کیا جانئے دل میں کیا ٹھنی ہے + ہاں نا کا جواب کچھ نہیں ہے۔ یہاں ہاں اور نا دو حرف متقابل ایک جگہ جمع ہیں۔ یا دو نوع سے ہوں جیسے لمولفہ۔ مردہ تھا ہم نے اُس کو ولیکن جلا دیا کہ مردہ اسم ہے اور جلا دیا

فعل ہے۔

طباق کی دو قسمیں ہیں طباق ایجاب جیساکہ مثالوں مذکورہ بالا میں گذرا۔ اور طباق سلب یعنی ایک مصدر کے دو فعلوں کو جمع کردیں کہ ایک اُن میں مثبت ہو اور دوسرا منفی یا ایک امر اور دوسرا نہی۔ اول جیسے لمؤلفہ۔ جانتے سب کچھ ہیں لیکن پھر نہیں وہ جانتے۔ دوسرے جیسے لمؤلفہ۔ مت ڈر کسی سے ایدل ناداں خدا سے ڈر۔

صنعت مراعات النظیر۔ اس کو تناسب اور توفیق اور ایتلاف اور تلفین بھی کہتے ہیں۔ اسمیں صرف الفاظ کی رعایت ہوتی ہے جیسے امانت لکھنوی۔ بھینٹ چڑھے ملتے ہیں آنکھیں تری گرگابی پر۔ امیر مینائی۔ کبوتر نہ ہوتا تھا جانے پہ راضی ٭ تو بھیجا اُسے روغن قاز ملکر۔ میر انیس کیا مورچہ بندی تھی پئے قتل سلیماں۔

ایک قسم مراعات النظیر کی تشابہ الاطراف ہے یعنی کلام اُس چیز کے ساتھ ختم کیا جاوے جس سے وہ شروع ہوا ہے جیسے لمؤلفہ۔ جانتا ہوں میں اُسے جسکو نہیں تو جانتا۔ تو لفظ جانتا سے شروع ہوا اور اُسی پر ختم ہوا۔

صنعت ارصاد،، اس کو تسہیم بھی کہتے ہیں۔ وہ یہ کہ قبل عجز کے وہ چیز لانا جو عجز پر دلالت کرے، اور عجز آخر کلمہ کو کہتے ہیں فقرہ ہو یا بیت جیسے۔ خدا ظلم نہیں کرتا وہ اپنے نفسوں پر آپ ظلم کرتے ہیں،، اس فقرہ میں (اپنے نفسوں پر) دلالت کرتا ہے کہ آخر میں ظلم کا ذکر ہے بیت جیسے اُستادی مولانا علی امجد حسین صاحب امجد بدایونی۔ میں نہ سردار کس طرح سے کہوں ٭ تمکو جانے ہے سب جہاں سردار ٭ تم تو غمخوار ہو زمانے کے ٭ کس طرح سے نہ میں کہوں سردار۔ اس میں دونوں مصرعوں میں عجز کے

اول کے الفاظ عجز پر کہ وہ لفظ سردار ہے دلالت کرتے ہیں۔

صنعت مشاکلہ۔ وہ ہے کہ دو چیزوں ہمشکل میں ایک کو دوسرے کے نام سے ذکر کردیں جیسے۔ آمد جہاں میں آج رسول خدا کی ہے۔ حضرت علی اکبر ابن سید الشہدا حسین ابن علی علیہم السّلام بہت مشابہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے تھے لہذا آپ کے نام سے ذکر کیا۔

صنعت مزاوجہ۔ اس کو مزدوجہ بھی کہتے ہیں وہ یہ ہے کہ دو معنیوں شرط اور جزا کے درمیان میں مزاوجت واقع ہو اس طور پر کہ جو معنے ایک پر مترتب ہوتے ہوں وہی معنے دوسرے پر بھی مترتب ہوں جیسے لمؤلفہ۔ جب نہ مانا مرا کہا اُس نے ✣ دل میں پیدا ہوا الم سے غبار۔ کچھ سمجھ کر ہوئے وہ جب نادم ✣ نہ رہا کچھ بجز محبت و پیار۔ اور بعض نے شرط اور جزا کی قید نہیں کی ہے چنانچہ باتباع اُن کے حضرت اُستاذنا المخدوم مولانا امجد فرماتے ہیں۔ ہیگا در پر گدا سے کم حاتم ✣ یعنی بیستہ و پاؤ نزار و نزار۔

صنعت عکس۔ اس کو تبدیل بھی کہتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ کلام میں ایک جزو کو دوسرے جزو پر مقدم کردیں پھر اس مقدم کو مؤخر کردیں جیسے امجد بدایونی۔ تم ہی سردار کن فکاں کے ہو ✣ کن فکاں کے تم ہی تو ہو سردار سایہ غفار ہے زمانے پر ✣ ہے زمانہ پہ سایہ غفار۔

صنعت رجوع۔ وہ یہ ہے کہ کلام سابق کی طرف اس کے نقض اور ابطال کے ساتھ لوٹ جاویں جیسے امجد بدایونی۔ فرش گوشہ کی چاندنی بولا ✣ بولا وہ میں ہوں چادر انوار ✣ جبکہ ممبر کو عرش میں نے کہا ✣ کہا کرسی سے ہوں میں پایہ دار۔ کہ دونوں شعروں کے آخر کے دونوں

مصرع اول کے دونوں مصرعوں کا ابطال ہیں۔

صنعت توریہ - اس کو ایہام بھی کہتے ہیں - وہ یہ ہے کہ ایک لفظ کے دو معنے ہوں قریب اور بعید لیکن بعید ارادہ کیئے جاویں جیسے لمولفہ

باتیں جواب بناتے ہو دل میرا توڑ کر + دشوار گڑھ سے ای ستم ایجاد راب ہے - راب کے دو معنے ہیں ایک نیشکر کا سقّوم رس دوسرے جوڑنا بھی مراد ہیں۔

صنعت استخدام - وہ یہ ہے کہ ایک لفظ کے دو معنے ہوں ایک کا اولاً قصد کیا جاوے - اور دوسرے معنے کا عائد (ضمیر) کے ساتھ قصد ہو جیسے لمولفہ - جب برستا ہے آسماں ہم پر + دور ہیں اس کے دیکھتے ہیں بہار - اول آسمان بمعنی ابر لیا گیا، اور پھر بذریعہ ضمیر اس کے اصلی معنے لیئے گئے -

صنعت لف ونشر - وہ یہ ہے کہ چند چیزیں ذکر کریں پھر ہر ایک کے مقابلہ میں اور چیزیں ذکر کریں کہ ہر ایک کو ہر ایک کی طرف بلا تعین بسبب وثوق وجدان کے سامع لوٹا دے خواہ قرینہ لفظیہ کے ساتھ یا معنویہ کے ساتھ اور اس کی دو قسمیں ہیں - مرتب اور غیر مرتب - مرتب وہ کہ وہ لوٹنا ذکر کرنے کی ترتیب پر ہو جیسے امجد بدایونی - مہر اور قہر کا بیاں کیا ہو + یہ خوشی کا ہے پھل وہ تیغ کی دھار - کہ خوشی مہر کے مقابل میں اور تیغ قہر کے مقابل میں ہے اور غیر مرتب وہ ہے کہ وہ لوٹنا ذکر کی ترتیب پر نہ ہو جیسے امجد بدایونی - صرف یہ زلف و رخ کی نسبت ہے + دل ہے پُر نور اور شب ہے تار - کہ یہاں دل اور شب زلف اور رخ کے برعکس واقع ہوئے ہیں۔

صنعت جمع - وہ یہ ہے کہ متعدد چیزیں ایک حکم میں جمع کی جاویں جیسے امجد بدایونی - ہیں یہی تحت حکم جن وملک * انس وغلمان وحور وجنت ونار ہیں یہ جود وجود سے موجود * شجر وشاخ وبرگ وگل اورنار -

صنعت تفریق - وہ ایک قسم کے دو امروں میں تباین (جدائی) باقی رکھنا ہے - جیسے امجد بدایونی - صاف چہرہ میں ماہ میں ہی فرق * اُس میں دھبے ہیں اور یہ پُر انوار * قد بالا تو سب سے ہے بالا * یہ ہے بے سایہ اور سایہ دار -

صنعت تقسیم - وہ ذکر کرنا چند چیزوں کا پھر ہر ایک کی نسبت ہر ایک کی طرف تعیّن کے ساتھ کر دینا جیسے امجد بدایونی - بہر دشمن تمہاری چشم وطرہ * ایک برچھی ہے دوسری تلوار * بارگہ پاک کے سکندر وجم * آبدار ایک ایک آئینہ دار -

صنعت جمع مع التفریق - وہ یہ ہے کہ دو چیزیں ایک معنی میں داخل کریں اور اسی جہت سے اُن کو جدا جدا کر دیں جیسے لمؤلفہ - دل تیرا اور یہ تیرا چہرہ * ہے حرارت میں اور ضیا میں نار -

صنعت جمع مع التقسیم - وہ یہ کہ چند چیزوں کو ایک حکم میں جمع کریں پھر تعیین کے ساتھ ہر ایک کی نسبت ہر ایک کی طرف کر دیں جیسے لمؤلفہ -

عورتیں مرد جبکہ ہو دیں اسیر * وہ ہوں مشروحہ یہ تہ تلوار -

صنعت جمع مع التفریق والتقسیم - اس صنعت کی تعریف تینوں امور سے واضح ہے حاجت بیان نہیں ہے رہی مثال وہ یہ ہے لمؤلفہ - سب تو نے بنائے جن وملک یہ نوری ہیں وہ ناری ہیں * ہے حرص کا ان میں داغ لگا وہ حرص وہوا سے عاری ہیں -

صنعت مبالغہ - کسی وصف کو شدت یا ضعف میں حد مستحیل یا مستبعد
تک بیان کرنا - اور اُس کی تین قسمیں ہیں - تبلیغ " اغراق " غلو - تبلیغ وہ
ہے کہ عقلاً اور عادۃً ممکن ہو جیسے میر انیس مرحوم گرمی کی تعریف میں فرماتے ہیں -
شیر اُٹھتے تھے نہ خوف کے مارے کچھا سے ٭ آہو نہ منہ نکالتے تھے
سبزہ زار سے - اغراق وہ ہے کہ عقلاً ممکن ہو عادۃً ممکن نہ ہو جیسے
لمؤلفہ - وہ جود و کرم ہے ترا مرے مولا ٭ کہ نادر کو حاتم بنائے گھڑی میں -
عقلاً ممکن ہے کہ خدائے تعالیٰ اُس پر قادر ہے لیکن اُس کی عادت کے
خلاف ہے جس کو جیسا بنا دیا بنا دیا - غلو وہ ہے کہ نہ عقلاً ممکن ہو نہ عادۃً
جیسے مرزا رفیع السودا مرحوم گھوڑے کی تعریف میں فرماتے ہیں - رو برو
سے اگر آئنہ کے اس گلگوں کو ٭ پھینک دے لے کے کبھی شرق سے تو غرب تلک -
اپنے عرصہ میں پھر آئے تو اسے باور کر ٭ عکس بھی آئنہ سے ہونے نہ پائے
منفک -

صنعت مذہب الکلامی - مطلوب کے لیئے اہل کلام کے طریقے پر حجت
لانا جیسے لمؤلفہ - خدا کی قسم جھوٹ ہرگز نہ کہنا ٭ کہ لعنت خدا کی
علی الکاذبین ہے -

صنعت حسن التعلیل - کسی وصف کے لیئے اُس کے مناسب
علت بیان کرنا جیسے امجد بدایونی - فیض عالی سے اسے دُرِّ مقصود ٭ ابر نیساں
ہوا ہے گوہر بار ٭ نارِ نمرود بہر ابراہیم ٭ شش کی خلت سے ہوگئی گلزار -
فیض ابر کی گوہر باری کی علت ہے " اور خلت نار کے گلزار ہونے کی علت
ہے اور مناسب علتیں ہیں -

صنعت تفریع - کسی امر کے متعلق کے لیئے کوئی حکم ثابت کرنا بعد ثابت

کرنے اس حکم کے دوسرے متعلق کے واسطے جیسے میر انیس مرحوم فرماتے ہیں۔
یوں روح کے طائر تن و سر چھوڑ کے بھاگے + جیسے کوئی بھونچال میں گھر چھوڑ کے بھاگے۔ اول چھوڑنا دوسرے کو ثابت کر لیا پھر روح کو ثابت کیا۔

صنعت تاکید المدح بمایشبہ الذم۔ ایک صفت کی تاکید دوسری صفت سے اس طور پر کرنا کہ اُس پر گمان ذم کا ہو، لیکن دونوں صفتیں ملکہ سامع کا نشاط زیادہ کریں جیسے لمؤلفہ۔ عدل و انصاف ترا حد سے فزوں ہے شاہا + پر تعجب ہے نہیں عدل میں اصلا انصاف۔ عدل انصاف کی تاکید عدل میں انصاف نہونے سے کی جو بظاہر ذم معلوم ہوتی ہے، لیکن جب دونوں صفتوں کو ملایا جاوے اس طور پر کہ تیرا عدل حد سے زیادہ ہے اور تو لاتعد اور لاتحصیٰ عدل کرتا ہی تو لطف پیدا ہوتا ہے۔

صنعت تاکید الذم بمایشبہ المدح۔ یہ اُس کے برعکس ہے جیسے امجد بدایونی۔ شہ کے دامن تلک رسائی ہے + خون کفار کو دمِ پیکار + تھی حضوری ضرور دشمن کو + لیک جیوں پاس پھول کے ہوں خار۔

صنعت استتباع۔ کسی شے سے اس طور پر مدح کرنا کہ یہ مدح دوسری مدح کی مستلزم ہو۔ لمؤلفہ۔ یوں شریعت کا کر دیا قانون + دین و دنیا کی ہوگئی اصلاح۔ اول شریعت کا قانون بنانے سے مدح کی لیکن یہ مدح دین و دنیا کی اصلاح کو چاہتی ہے۔

صنعت اِدماج۔ یہ صنعت اور صنعت استتباع ایک چیز ہے صرف اسقدر فرق ہے کہ استتباع مدح کے ساتھ مختص ہے اور یہ مدح اور ذم دونوں کو عام ہے۔

صنعت تجاہل عارف۔ جانکر انجان بنجانا جیسے امجد بدایونی۔ گھر تمھارا ہی یا کہ بیت اللہ + جس کا ہے عرش سے زیادہ وقار + تھا براق آپ کا کہ سرعت وہم + اک پلک مارتے فلک کے پار۔

صنعت قول بالموجب۔ مخاطب کا کلام جس چیز کو مقصود کی نفی یا اثبات کے ساتھ واجب کرے اُس کے ساتھ متکلم کا اعتراف کرنا جیسے لاا علم۔ مجھ سے کہتے ہو کہ جا، جاتا ہوں + پھر اکیلے بھی تو گھبرائیے گا۔

صنعت اطراد۔ وہ ہے کہ ممدوح یا غیر کا نام اُن کے آبا کے نام کے ساتھ ولادت کی ترتیب پر لایا جاوے جیسے قول بنوی علیہ السّلام۔ الکریم ابن الکریم ابن الکریم ابن الکریم + یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم۔ دیگر لمؤلفہ۔ سخاوت میں جو بے مثل وعلی ہے + علی ابن حسین ابن علی ہے، صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین۔

صنعت تجرید۔ ایک امر سے دوسرا امر ایسا پیدا کریں کہ جس صفت سے اول موصوف ہو اُسی سے دوسرا موصوف ہو جیسے لمؤلفہ عشق بازی سیکھ لے کوئی زنانِ ہند سے + جان زندہ کو جلا دیتی ہیں مُردے کے لیے۔

صنعت ترجمہ۔ دوسری زبان کے معنے کو اپنی زبان میں نظم کر دینا یا کیں (مجمع الصنا یع) جیسے۔سوزا۔آلودہ قطرات عرق دیکھ جبیں کو + اختر پڑے جھانکتے ہیں فلک پر سے زمیں کو = ترجمہ قدسی کے شعر کا ہے۔آلودہ قطرات عرق دید جبیں را + انجم ز فلک می نگرد روے زمیں را۔ (از آبحیات)

صنعت براعۃ الاستہلال۔ کتاب کے دیباچہ یا قصیدہ کے مطلع میں وہ الفاظ ذکر کرنا کہ مطلب پر شامل ہوں جیسے مولانا غنیمت

بنامِ شاہدِ نازک خیالاں ✤ عزیزِ خاطرِ آشفتہ حالاں - کہ عزیز اور شاہد کے قصہ پر شامل ہیں کہ جو قصہ کتاب ہیں ہے۔

صنائع لفظی

صنعت تجنیس - وہ یہ ہے کہ دو لفظ یا چند ایک جنس کے عبارت میں لائے جاویں اور اُس کی سات قسمیں ہیں۔

(۱) تجنیس تام - دو یا چند الفاظ کا حروف اور گنتی اور ہیئت اور ترتیب میں متفق ہونا جیسے شانہ بمعنی کنگھا، و بازو،، اور بخشی صیغہ ماضی و عہدہ معروف،، امجد بدایونی - جس پیادے کو آبرو بخشی ✤ بخشی وہ ہو گیا و یا سردار۔

(۲) تجنیس ناقص - دو یا چند الفاظ کا حرکات میں مختلف ہونا - امجد بدایونی) دُور سب دَور کی برائی ہو ✤ راہ والا میں ہو جو خوش رفتار۔

(۳) تجنیس زائد - الفاظ کا گنتی میں کم و بیش ہونا - امجد - نار ہوں اور حباب سادم ہے ✤ فکر احباب بھی ہے اک آزار۔

(۴) تجنیس مکرر - ایک لفظ کو دو بار ذکر کرنا - لؤلفہ روتا ہوں زار زار جدائی میں یار کی۔

(۵) تجنیس مطرف - اول لفظ کا آخر دوسرے حرف کے آخر کے مخالف ہو جیسے شراب اور شرار۔

(۶) تجنیس خطی - صرف خط میں دونوں لفظ ایک صورت کے ہوں جیسے رحمت، زحمت۔

(۷) تجنیس نوعی - دو لفظوں کا ایک نوع سے ہونا - اور اُس کی دو قسمیں ہیں،،

تجنیس مماثل اور تجنیس مستوفی،،

مماثل یہ کہ دو اسم یا دو فعل ہوں۔ لمؤلفہ۔ ایک ساعت نہیں جدائی کی + روز ساعت سے مجھکو کم زنہار۔ دونوں جگہ ساعت اسم ہے۔ اول ساعت نجومی دوم بمعنی قیامت فعل کی مثال لمؤلفہ۔ ع وہی دیتا ہے اور وہی دیگا۔

مستوفی یہ کہ اسم اور فعل ہو یا اسم اور حرف ہو یا فعل اور حرف ہو۔

مثال اول۔ لمؤلفہ۔ کچھ نہ مرجانے میں تھا باقی رہا + زندگی سے اپنی زندہ ہو گیا۔

مثال دوم۔ لمؤلفہ۔ "تانہ ہووے خاطرِ نازک پہ بار + در سے تیرے در گذر کرتے ہیں ہم

مثال سوم۔ لمؤلفہ۔ میں تکتا رہا شام سے صبح تک + مگر رات آسے نہ تم زینہار۔

صنعت ردالعجز علی الصدر۔ یہ نثر اور نظم میں دونوں میں آتی ہے۔ نثر میں یوں ہے کہ ایک جنس کے دو لفظوں میں سے ایک کو فقرہ کا اول اور دوسرے کو آخر گردان دیں جیسے ناتوانی انسان کو ناتوانی دکھاتی ہے۔ اول بمعنی مفلسی اور دوم بمعنی ناطاقتی اور نظم میں یوں ہے کہ ایک لفظ آخر بیت میں ہو اور دوسرا مصرعہ اول کے صدر میں یا حشو میں یا آخر میں۔

مثال اول۔ زار اور ناتواں ہوں اسے مولا + ناتواں کو نہ کر زیادہ زار۔

مثال دوم۔ تھا میں دربار پاک کا بندہ + حکم دو تو ہوں حاضرِ دربار۔

مثال سوم۔ بسکہ ہے شہرہ کرم بسیار ٭ میرا ہے سوز فکر و غم بسیار

صنعت سجع۔ برابر ہونا دو لفظوں کا دو فقروں کے آخر میں اور اس کی تین قسمیں ہیں۔ متوازی، مطرف، متوازان، متوازی وہ کہ دو لفظ حرف روی کے ساتھ وزن اور عدد میں موافق ہوں جیسے گل اور مل۔ مطرف وہ کہ دو لفظ حرف روی کے ساتھ صرف وزن میں موافق ہوں نہ عدد میں جیسے وقار اور اطوار۔

متوازان وہ کہ وزن اور عدد میں موافق ہوں اور روی میں مختلف جیسے اعمار اور ارزاق، مراتب اور مراسم۔ پس سجع متوازان بہ نسبت متوازی اور مطرف کے مستحسن اور مرغوب نہیں ہے۔

جاننا چاہیے کہ نظم میں سجع کو قافیہ اور نثر میں سجع بولتے ہیں۔ اور اواخر آیات قرآن مجید کو جو بصورت قافیہ ہو فواصل کہتے ہیں۔

صنعت موازنہ۔ برابر ہونا دو کلموں کا ہے وزن میں نہ قافیہ میں جیسے مصفوفہ، مبثوثہ

صنعت قلب وہ ہے کہ جس کے حروف لوٹ دیئے گئے ہوں اور اس کی چار قسمیں ہیں اول قلب کل یعنی چند الفاظ ایسے ہوں کہ ایک دوسرے کا عکس ہو اور تقدیم و تاخیر اول سے آخر تک تمام کلموں میں ہو جیسے۔ ورد تیرا ہے درد دل کی دوا ٭ ہے الم سے خلا تمام ملا۔ دوم قلب بعض۔ چند کلمے ایسے ہوں کہ جن کے بعض حروف میں تقدیم اور تاخیر ہو جیسے لمؤلفہ۔ خیرات میں تاخیر نہ کر اے غافل۔ سوم قلب مستوی۔ جس طرح سیدھا پڑھا جاوے اسی طرح الٹا پڑھا جاوے جیسے لمؤلفہ۔ ہے ہمرہ بلبل بلب ہر رہ یہ۔ چہارم قلب مجنح۔ اول و آخر بیت یا مصرعہ میں دو لفظ ایسے واقع ہوں کہ ایک

دوسرے کا قلب ہو جیسے لمؤلفہ۔ مرگ رہتی ہے ہر گھڑی بس گرم۔

صنعت تشریع۔ اس کو تزئین اور ذو قافیتین بھی کہتے ہیں اور وہ شامل ہونا بیت کا ہے دو قافیوں پر کہ دونوں میں سے اگر ایک پر ٹھہر جاویں تو وقوف صحیح ہو جیسے لمؤلفہ۔ ہو جواب اُس وہم بہم تحریر کا تحریر سے + ہاتھ آئے گر قلم تقدیر کا تقدیر سے + کام کچھ چلتا ہے کم تدبیر کا تدبیر سے + ہاں اگر ہووے کرم تقدیر کا تقدیر سے۔

صنعت لزوم مالا یلزم۔ اس کو التزام،، تضمین،، تشدید،، اعنات،، بھی کہتے ہیں۔ اور وہ قبل حرف روی کے وہ حرف لانا جو لازم نہ ہو جیسے تھہرا اور تہھر میں ہائے ہوز کہ اس کا لانا ضروری نہیں ہے،، افسر اور برتر،، بھی قافیہ ہو جائے گا اور سجع میں خلل نہ پڑے گا۔

واضح ہو کہ تمام محسنات لفظیہ میں یہ حسن کی بات ہے کہ الفاظ معانی کے تابع ہوں نہ معانی الفاظ کے۔

خاتمہ

شاعری کی چوری کے بیان میں یا جو اُس سے متعلق ہو مثل التباس،، تضمین،، عقد،، حل،، تلمیح وغیرہ کی۔

اگر دو قائل غرض میں متفق ہو جاویں مثل شجاعت کے وصف کی اور سخاوت کے وصف کی اور خوبی بیان اور وجہ کی تو یہ چوری میں شمار نہیں ہے کیونکہ عقلاً اور عادةً یہ امر عام ہے۔ اور نہ مدد لینے میں اور لے لینے میں داخل ہے سب ایسا کرتے ہیں اور اگر غرض پر دلالت کرنے کے طریق میں متفق ہو جاویں مثل تشبیہہ،، اور مجاز،، اور کنایہ،، اور ذکر ہیات کی

کہ ایسی صفت پر دلالت کرے جو اُس کے ساتھ مخصوص ہو جیسے سخی کا وصف سائل کے آنے سے بشاشی کے ساتھ "" اور بخیل کا ترش روئی کے ساتھ تو یہاں عام حالت دیکھی جاویگی اگر سب ایسا کرتے ہیں تو چوری اور لے لینے میں شمار نہیں ہے اور اگر سب نہیں کرتے تو اُس میں سبقت اور زیادتی کا دعوے کیا جائیگا کہ فضیلت کسکو ہے اور اکمل کون ہے، اور دوسرے کو اول پر زیادتی ہے یا کمی - چور اور اخاذ نہ کہلائے گا - اور اس کی دو قسمیں ہیں - خاصی اور عامی - خاصی وہ جو فی نفسہ غریب ہو اور فکر کے ساتھ اُس تک رسائی ہو - عامی وہ کہ جس میں اُس چیز کے ساتھ تصرف کیا جائے کہ جسکو ابتذال (خواری) سے غرابت کی طرف لائے ہوں -

پھر چوری اور لے لینے کی دو قسمیں ہیں - ظاہر اور غیر ظاہر - ظاہر وہ ہے کہ کل معنی معہ کل لفظوں کے یا بعض کے یا صرف معنی بغیر لفظوں کے لے لیئے جاویں - یہ بہت برا ہے اور محض چوری ہے گویا ایک کاغذ سے دوسرے کاغذ پر نقل کردی اور اپنا نام کردیا - اور اگر معنے لے لیئے اور کل کلمات یا بعض میں تغیّر اور تبدّل کردیا تو یہ بھی برا ہے اور محض چوری ہے اور اگر کل الفاظ بغیر نظم کے ساتھ لیئے یا بعض لیئے تو یہ بھی لوٹ اور مسخ ہے خواہ دوسرا اول سے بلیغ تر ہو یا نہو - اب اگر دوسرا بلیغ تر ہے اول سے کسی فضیلت کے سبب سے کہ اول میں وہ نہیں ہے تو دوسرا ممدوح ہوگا - اور اگر دوسرا ابدتر ہے تو مذموم ہوگا - اور اگر دونوں یکساں ہیں تو دوسرا ذم سے معاف کردیا جاویگا لیکن فضیلت اول کو ہوگی -

صرف معنے کے لینے کو المام اور سلخ کہتے ہیں اور اس میں بھی قائل کی حالت مدح اور ذم میں مثل قسم بالا کے ہے -

غیر ظاہر یہ ہے کہ اول اور دوسری بیت کے معنے متشابہ ہوں - یا
یہ کہ معنی دوسرے محل کی طرف نقل کیئے جاویں - یا یہ کہ دوسرے معنے اول کے
نقیض ہوں - یا یہ کہ بعض معنی لیکر دوسرے معنے کی طرف مضاف کر دیئے
ہوں کہ جس سے وہ عمدہ ہو گئے یہ سب اقسام مقبولہ ہیں کیونکہ ان میں ایک
نوع تصرف کی ہے بلکہ یہ سب اس قسم کے ہیں کہ یہ تصرف اتباع سے
ابداع کی طرف کھینچتا ہے - مگر ان میں شرط یہ ہے کہ معلوم نہ ہونے پائے
کہ دوسرے اول سے لیئے گئے ورنہ اتفاق اور توارد میں شمار ہوگا -

التباس

اپنے کلام میں آیت قرآنی یا حدیث ملا دینا نظم ہو یا نثر - اس کی
دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ مقتبس اصلی معنی سے نہ بدل گیا ہو جیسے لمؤلفہ
ادھر تقاضائے رب ارنی اُدھر سے اصرار لن ترانی + سے
نغمہ موسیٰ کا شور اُٹھا بوقت رفع حجاب عارض، دوسرے یہ کہ
بدل گیا ہو - پس اگر وزن وغیرہ کی وجہ سے کچھ تغیر واقع ہو جائے تو معاف
ہے جیسے لمؤلفہ - نہیں ہے مرنے سے خوف ہمکو انا الی اللہ راجعون

تضمین

اپنا کلام دوسرے کے کلام میں شامل کر دینا خواہ پوری بیت ہو یا مصرع
ہو یا اُس سے زیادہ ہو یا کمتر ہو، لیکن بلغاء کے نزدیک اگر یہ شعر مشہور نہ
ہو تو اُس پر تنبیہ کر دینا لازم ہے اور عمدہ تضمین وہ ہے کہ اول شاعر کے
شعر پر کسی نکتہ کے ساتھ زیادہ کریں جیسے ایہام اور تشبیہ لیکن فی زماننا ہذا

عمدہ اُس کو کہتے ہیں کہ اس شاعر کا مضمون اول شاعر کے مضمون سے خوب چسپاں ہو جاوے اور بہل کہا جاوے،، اور تضمین کی وجہ سے اگر تھوڑا سا تغیّر اول شاعر کے کلام میں ہو جاوے تو کوئی نقصان نہیں ہے۔ مگر شعرار ہند میں یہ بات نہیں دیکھی گئی۔ اور ایک بیت اور زائد کی تضمین کو **استعانت** کہتے ہیں،، ایک مصرعہ اور کمتر کی تضمین کو ایداع کہتے ہیں اور رفوؔ بھی کہتے ہیں اسواسطے کہ اُس نے گویا اپنے شعر کو غیر کے شعر سے شئے قلیل میں امانت رکھدیا اور اپنے شعر کے حزن کو غیر کے شعر سے قلیل شئے سے رفو کر لیا۔

عقد

نثر کو نظم کر دینا قرآن ہو یا حدیث یا مثَلْ

حل

نظم کو نثر کر دینا

تلمیح

کسی قصہ یا شعر یا مثل کی طرف فحوائے کلام میں اشارہ کر دینا

فصل

متکلم کو چاہیے شاعر ہو یا کاتب تین جگہ کلام میں عمدگی سے نظر کرے تاکہ وہ چمکتی ہوئی اور مذاق پسند اور عیوب فصاحت اور

بلاغت سے پاک ہوں۔
اول۔ ابتدا۔ کہ سامع کے کان پہ اول اسی کا قرعہ پڑتا ہے۔
اگر عمدہ اور صحیح المعنی ہوگی تو قبول کریگا ورنہ باقی سے بھی
اعراض کریگا۔ اور عمدہ ابتدا وہ ہے کہ جس میں کوئی صنعت
ہو، یا بہاریہ ہو، یا تشبیہات وغیرہ ہوں۔
دوم۔ تخلص۔ یعنی جس جگہ کلام کو تشبیب سے مقصود کی طرف خارج
کیا ہو وہاں درمیان تشبیب اور مقصود کے
مناسبت ہو۔
کبھی کلام تشبیب سے اس چیز کی طرف منتقل کیا جاتا ہے
کہ جو مناسب کلام کے نہیں ہوتی اس کو **اقتضاب** اور **ارتجال**
کہتے ہیں اور یہ مذہب عرب جاہلیت اور مخضرمین (جنھوں نے
جاہلیت اور اسلام دونوں کو پایا ہے) کا ہے۔ اور لفظ **اما بعد**
اور حمد ونعت کے بعد اور یہ **باب** اور یہ **فصل** اور یہ **فن** جو
ایک مضمون سے دوسرے مضمون کے انتقال کے قریب لکھتے ہیں
یہ سب داخل اقتضاب ہیں۔
سوم۔ انتہا۔ کیونکہ وہ آخر اُس کا ہے کہ جس کو سامع نے سنا ہے۔ اور
وہ نفس میں نقش ہوگی پس اگر عمدہ ہوگی تو سماعت
کو لذت حاصل ہوگی اور ماسبق کی خرابیوں کو نفس بھول
جائیگا۔ ورنہ اگر کوئی حسن بھی ہوگا تو ضائع ہو جائے گا
اور کلام بالکل برباد ہو جائے گا۔
فصل کلام کی دو قسمیں ہیں۔ نظم، اور نثر۔ نظم کلام موزوں کو کہتے ہیں

جو بحور موضوعہ اہل عروض پر لایا گیا ہو۔ اور اُس کی چند قسمیں ہیں۔ غزل،، قصیدہ،، قطعہ،، رباعی،، مثنوی،، فرد،، ترجیع بند،، ترکیب بند،، مسمط،، تضمین،، مستزاد،،

غزل کے معنے لغت میں محبوب کے ساتھ کھیلنا اور جوانی اور صحبت اور عشق کی باتیں کرنا اور اصطلاح میں چند ابیات متحد الوزن والقافیہ کو کہتے ہیں کہ جن کی تعداد کم از کم تین ابیات اور زائد از زائد گیارہ ابیات مشروط ہے اور زائد اس پر خلاف طریقہ اساتذہ اور جنون ہے۔

قصیدہ لغت میں مغز سطبر اور غلیظ کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں وہ نظم ہے کہ جس کی اول بیت کے دونوں مصرعے اور باقی اشعار کے آخر مصرعے ہم قافیہ ہوں اس میں مدح یا ذم یا وعظ یا حکایت بیان کی جاوے اور اُنیس بیت سے کم نہ ہونا مشروط ہے اور اس میں تشبیب یعنی قبل از مدح ممدوح چند اشعار بطور تمہید یا تغلی یا بیان عشق کے لانا اور پھر اُن سے اصل مقصود کی طرف انتقال کرنا حسن میں داخل کیا گیا ہے۔ بعض علمائے فن نے (صاحب مجمع الصنائع) تشبیب کو ایک فرد جداگانہ افراد کلام سے قرار دیا ہے مؤلف رسالہ ہذا بالکل اس کے برخلاف ہے کیونکہ اس تقدیر پر قصیدہ جو ایک فرد بسیط افراد کلام سے ہے وہ فرد مرکب از تشبیب و غزل ہوا جاتا ہے اور حد مصطلحہ سے خارج ہوتا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے اور نہ اس وقت تک افراد مرکبہ کلام کی کسی تصنیف میں دیکھی گئی ہیں۔

قطعہ لغت میں کسی چیز کا ٹکڑا اور اصطلاح میں دو بیت یا چند

مطلع رکھتے ہوں یا نہ رکھتے ہوں۔

رباعی۔ دو بیتی جس کا اول اور دوسرا اور چوتھا مصرعہ ہم قافیہ ہو۔ اور تیسرے کا ہم قافیہ ہونا لازم نہیں ہے اور وزن اس کا بحر ہزج اخرب و اخرم مثمن معین ہے جس کی تمثیل۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ ہے اگر اس سے خارج ہو تو رباعی نہیں ہے قطعہ ہے۔

مثنوی۔ وہ چیز جو دو دو سے نسبت رکھتی ہو اور اصطلاح میں وہ نظم جس کے دو قافیے ہر شعر میں جدا گانہ ہوں۔

فرد۔ لغت میں بمعنی تنہا اور اصطلاح میں وہ شعر جو تنہا ہو دونوں مصرعے ہم قافیہ ہوں یا نہ ہوں۔

ترجیع بند۔ لغت میں اس کے معنے پھیرنے کے ہیں اور اصطلاح میں وہ اشعار ہیں کہ خانہ خانہ ہوں، ہر خانہ پانچ بیت سے کم اور گیارہ سے زیادہ نہ ہو اور ہر بند کا مطلع علیحدہ ہو اور بعد اتمام ہر بند کے ایک بیت معین کہ متفق الوزن اور مختلف القوافی ہو بار بار لائی جاوے کہ ہر خانہ کے آخر بیت کے مضمون سے مربوط ہو۔

ترکیب بند۔ بعینہ ترجیع بند ہے سوائے اس کے کہ اس کے آخر شعر مختلف ہوتی ہے نہ متفق۔

مسمط۔ لغت میں ڈورے میں پروئے ہوئے موتیوں کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں وہ نظم ہے کہ شاعر ایک یا چند مصرعے کہے کہ متفق ہوں وزن اور قافیہ میں اور آخر کا مصرعہ اسی کی حالت پہ چھوڑ دے خواہ آخر شعر اپنا ہو یا دوسرے ناظم کا اور اس کے آٹھ افراد ہیں مثلث" مربع "مخمس" مسدس" مسبع" مثمن" متسع" معشر"

ان آٹھوں میں مطلع کے سب مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں اور باقی کے سب ہم قافیہ اور آخر مصرعہ مختلف القافیہ۔

تضمین۔ ذکر اس کا اوپر گذر چکا۔ لیکن اس میں اور مسمط میں صرف اتنا فرق ہے کہ تضمین دوسرے کے کلام پر کی جاتی ہے اور مسمط عام ہے اپنا ہو یا دوسرے کا۔

مستزاد۔ لغت میں زیادہ کیا گیا۔ اور اصطلاح میں وہ نظم ہے کہ جس کے ہر مصرعہ کے آخر میں وزن سے کچھ زیادتی کی جائے کہ جو اپنے مصرعہ کے مضمون سے مناسبت رکھتی ہو۔

اطلاع۔ چونکہ تمام دواوین ان افراد سے مملو ہیں لہذا بخوف تطویل ہر ایک کی مثال سے اعراض کیا گیا۔

نثر کلام غیر موزوں کو کہتے ہیں۔ اُس کی چار قسمیں ہیں۔ مرجز " مسجع " عاری " مقفل

مرجز۔ وہ ہے کہ جس کے دو جملوں کے کلمات ایک دوسرے کے مقابل میں اکثر ہموزن ہوں جیسے۔ ترتیب دفاتر ناموزوں ہے اور ترکیب منابر نامربوط۔

مسجع۔ وہ ہے کہ ایک دو جگہ یا زیادہ مقابلہ میں ایسے کلمات واقع ہوں کہ قافیہ ہو سکتا ہو اور اس کی تین قسمیں ہیں۔ متوازی " متوازان " مطرف "۔ متوازی وہ کہ دو لفظ حرف ردی کے ساتھ وزن اور عدد حروف میں موافق ہوں جیسے گُل اور مُل " بہار اور مزار "۔ متوازان وہ کہ وزن اور عدد حروف میں موافق ہوں لیکن ردی میں مختلف ہوں جیسے اعجاز " ارزاق "

مطرف وہ کہ وزن اور عدد میں مخالف اور ردی میں موافق ہوں
جیسے وقار، اطوار۔

عاری - وہ ہے جو شرائط مرجز اور مسجع سے خالی ہو لیکن
سلاست اور متانت رکھتی ہو۔

مقفل: وہ ہے کہ ہر جملہ میں چند الفاظ وزن اور عدد حروف
میں مخالف لیکن شمار میں موافق ہوں اور اُن کے بعد ایک لفظ ایسا
ہو کہ اُن کو روکنے والا ہو اور ہر جملہ میں اُس کے قافیہ کی رعایت
آخر میں ہوتی ہے عمدہ مثال اس کی درود تاج کی عبارت ہے جیسے
اللھم صل علے سیدنا محمد صاحب التاج
والمعراج والبراق والعلم دافع البلاء
والوباء والقحط والالم۔

اسی پر اُردو میں قیاس کر لینا چاہیے۔
واللہ تعالیٰ موفق علی کل احوال وصل اللہ
تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد صاحب الجمال
وآلہ معین فی کل حال - اللھم
احشرنا فی زمرۃ احبابھما
اذا جاء یوم الزلزال

فقط

تاریخ طبع از مولوی عبد المجید المتخلص بہ نور خلف الرشید مؤلف کتاب ہذا

جب یہ نسخہ بزیب و زین چھپا
ہاتف غیب نے کہا اے نور

فکر تاریخ کی ہوئی پیدا
ہے شعر و سخن ہے نام اس کا

١٣ ھ ٣١

دیگر

چھپا جب یہ نسخہ بصد زیب و تزئین
زباں پر یہ اے نور سا فی الفور آیا

ہوا پھر تاریخ دل فکر آگیں
کہو اس کو تم گنج مخفی تحسین

١٣ ھ ٣١

فہرست ابواب اشعار اللسان در علم معانی و بیان